بفیضانِ نظر

میر شجاع الدین حسین قادری

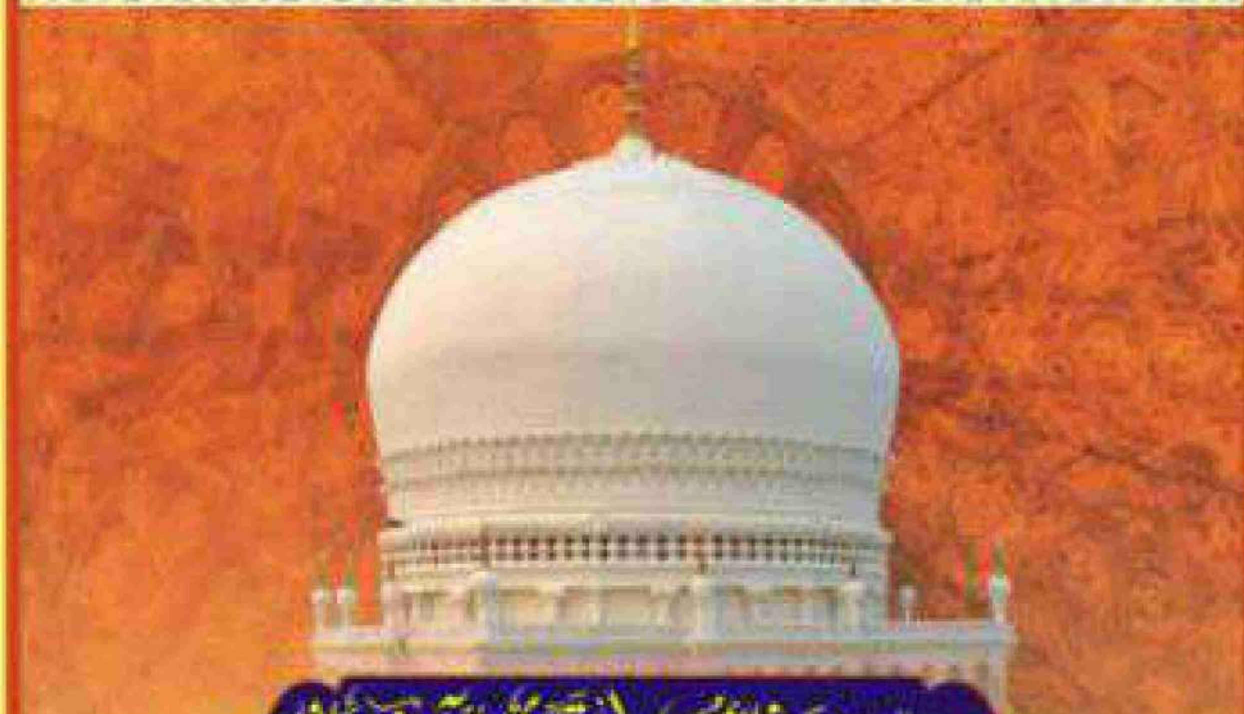

سید شاہ عبید اللہ قادری پاشاہ

ماہنامہ

صدائے شجاعیہ

حیدرآباد

علمی ، ادبی و سماجی ترجمان

MARCH 2025

چیف ایڈیٹر: سید محمد ابراہیم حسین قادری

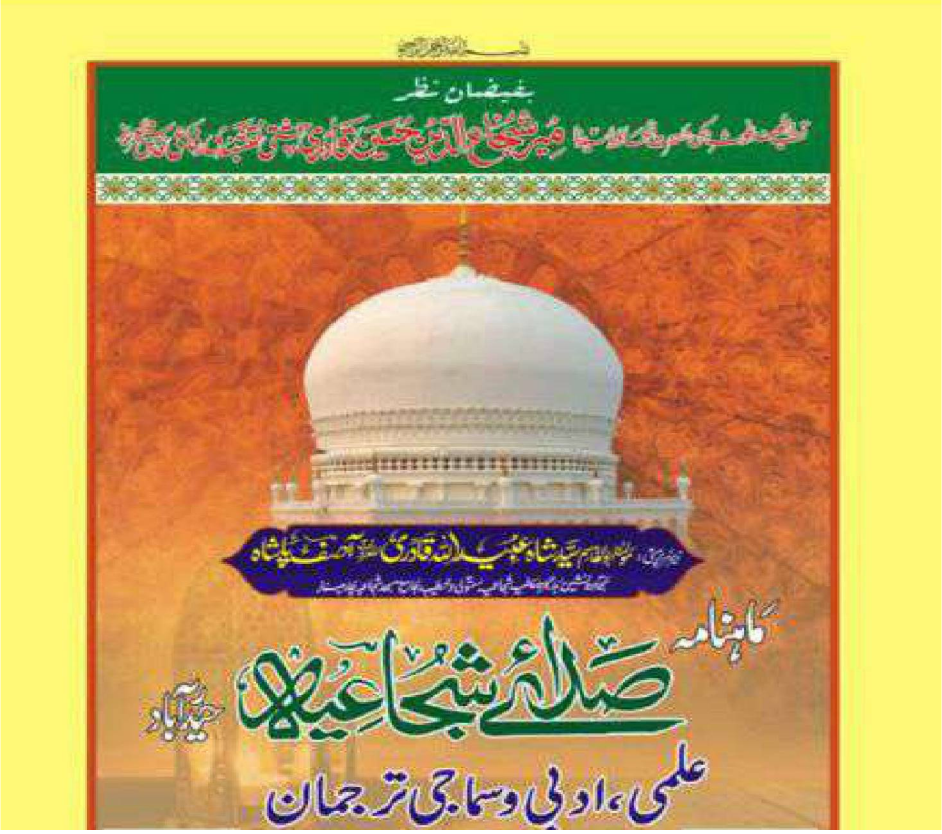

VOLUME No. 4 ISSUE No. 58 PAGES 64 PRICE Rs. 5/-

MARCH 2025

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں

PRESS LINE: SADA E SHUJAIYA URDU MONTHLY

Edited, Printed, Published & Owned by : SM IBRAHIM, Print at: Aijaz Printing Press S.No. 22-8-81, Chatta Bazar, Hyderabad. Published from:Office Shujiya Times D.No.22-5-918/15/A, Charminar Hyderabad-2. **Managing Editor: Mumtaz Ahmed.**

بسم الله الرحمن الرحيم

بلغ العلى بكماله
كشف الدجى بجماله
حسنت جميع خصاله
صلوا عليه وآله

فہرست مضامین

نمبر شمار			صفحہ نمبر
۱	حمد		4
۲	نعت شریف		5
۳	اداریہ	مولانا سید ابراھیم پاشاہ قادری صاحب	6
۴	زکوۃ کی اہمیت وفضیلت	مولانا سید عزیز اللہ قادری صاحب	7
۵	زکوۃ اہم اسلامی فریضہ	ڈاکٹر مولانا سیف اللہ صاحب	14
۶	رمضان المبارک جشن قرآن کا مہینہ	مولانا قاضی سید صغیر الدین صاحب	19
۷	رمضان تاریخی ایام کے آئینے میں	حافظ محمد عبد العلیم صاحب	23
۸	اعتکاف۔احکام وآداب	مولانا قاضی ناصر الدین صدیقی صاحب	30
۹	آخری عشرہ میں غفلت باعث تباہی	مولانا قاضی ناصر الدین صدیقی صاحب	41
۱۰	عید الفطر احکام ومسائل	مولانا سید عزیز اللہ قادری صاحب	45
۱۱	روزہ انسانی تربیت کا بہترین ذریعہ	ماخوذ	50
۱۲	رمضان المبارک کو یوں ہی ضائع نہ کریں	ماخوذ	57
	رمضان المبارک میں خصوصی دعا کا اہتمام		61

''صدائے شجاعیہ'' ملنے کا پتہ

خانقاہ شجاعیہ عقب جامع مسجد شجاعیہ چارمینار حیدرآباد۔تلنگانہ

حمد باری تعالی

تیرا جلوہ دونوں جہاں میں ہے
تیرا نور کون و مکان میں ہے
یہی تو ہی تو، وہاں تو ہی
تو تیری شانِ جل جلالہ
ہے دعائے بندہ ناتواں نہ تھکے قلم نہ رکے زباں
میں لکھوں پڑھوں یہی باوضو تیری شان جل جلالہ
اللہ کی ہے شان نرالی ڈالو بیج اور نکلے ڈالی
بھر کے پیٹ کھلاتا ہے وہ
میٹھی نیند سلاتا ہے وہ
پیارے ہیں ماں باپ ہمارے
یا رب ان سے پیارا تو
سب سے نیاری ذات ہے تیری
سب دنیا سے نیارا تو

نعت شریف

خدا کی قسم ہے کہ نور خدا ہے
اسی نور سے سارا عالم بنا ہے
اسی کا ہے نام آج سب کی زباں پر
شجر پر حجر پر مکیں پر مکاں پر
حکومت اس کی ہے دونوں جہاں پر
فلک پر ملک پر زمیں پر زماں پر
اتر آیا ساحل پہ دریا کرم کا
دو عالم سے دھویا گیا نقش غم کا
عجب آن والا عجب شان والا
وہ رحمان والا وہ قرآن والا
قیامت تک اب اسی صورت نہ ہوگی
یہ صورت نہ ہوگی یہ سیرت نہ ہوگی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

رمضان المبارک کا بابرکت و باسعادت مہینہ چل رہا ہے ۔ پہلا عشرہ رحمت کا ہے۔دوسرا عشرہ مغفرت کا عشرہ ہے۔رمضان المبارک کا تیسرااورآخری عشرہ دوزخ سے آزادی کا عشرہ ہےاس عشرہ میں ہم زیادہ سے زیادہ عبادت کا اہتمام کریں۔طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرنے کی کوش کریں۔صاحب استطاعت افراد غریبوں محتاجوں مسکینوں اورضرورت مند افراد پر خرچ کریں بالخصوص اپنے ضرورت مند مستحق رشتہ داروں پرخرچ کریں اورانہی لوگوں کو زکوۃ دینے کی کوشش کریں۔یہ ایسا مقدس ترین اور مبارک ومسعودمہینہ ہے جس میں ہرطرح کی برکتیں رحمتیں نازل ہوتی ہے ہمارابھی فرض ہے کہ اس ماہ کو غنیمت جانے اوراس میں خوب عبادت کریں۔اللہ تعالی ہم سب کواس میں زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے کی توفیق عطافرمائے۔

فقط:۔سیدابراہیم پاشاہ قادری صاحب

زکوۃ کی اہمیت وفضیلت

مولانا سید عزیز اللہ قادری صاحب' استاد جامعہ نظامیہ

ارکان اسلام میں نماز کے بعد دوسرا اہم ترین رکن زکوٰۃ ہے۔قرآن حکیم میں بیاسی (82) مقامات وہ ہیں جہاں نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم یکجا وارد ہوا ہے۔ شریعت مطہرہ میں زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ تنہا اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب حضور ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ و السلام کے وصال کے بعد سرزمین عرب میں ہرطرف فتنے سر اٹھانے لگے جن سے اسلامی ریاست کو نازک ترین صورتِ حال اور بحران کا سامنا کرنا پڑا تو اپنی سنگینی کے اعتبار سے سب سے بڑا چیلنج منکرین زکوٰۃ کا تھا۔اسلامی تاریخ کے اس انتہائی نازک لمحے میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کمال جرآت ایمانی سے اکثر صحابہؓ کے مشوروں کے علی الرغم اس بات کا ببانگِ دہل اعلان کیا کہ جو کوئی نماز اور زکوٰۃ میں کسی قسم کی تفریق اور امتیاز روا رکھے گا میں اس کے خلاف جہاد کروں گا۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باغیوں کے خلاف کھلم کھلا جہاد کیا اوران کی تلوار اس وقت تک نیام میں نہ آئی جب تک منکرین زکوٰۃ کی برپا کی ہوئی شورش پوری طرح فرو نہ ہوگئی۔

اسلامی حکومت کے فرائض چہار گانہ:۔ قرآنِ حکیم نے اسلامی ریاست کے صاحبانِ اقتدار و اختیار کے فرائض منصبی اور وظائف (Functions) گنواتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ترجمہ ''(یہ اہلِ حق) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دے دیں (تو) وہ نماز (کا نظام) قائم کریں اور زکوٰۃ کی ادائیگی (کا انتظام) کریں اور (پورے معاشرے میں نیکی اور) بھلائی کا حکم کریں اور (لوگوں کو) برائی سے روک دیں،اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے o''۔متذکرہ

آیہ کریمہ کی رو سے حکومتِ اسلامیہ کے قیام کے چار بنیادی مقاصد بالترتیب درج ذیل ہیں: ۱) اقامت الصّلوٰۃ ۲) ایتائے زکوٰۃ ۔ ۳) امر بالمعروف ۔۴) نہی عن المنکر اس سے مترشح ہوا کہ جب حکام منصبِ حکومت پر متمکن ہو کر زمامِ اقتدار سنبھال لیں تو ان کے لئے لازمی ولابدی ہے کہ وہ اسلامی معاشرے میں نظامِ صلوٰۃ برپا کرنے کے بعد نظام زکوٰۃ کا قیام عمل میں لائیں۔ ایسا کر لینے کے بعد ہی اسلامی ریاست کے اربابِ بست وکشاد پر تیسرا اور چوتھا فریضہ یعنی افراد معاشرہ کو معروف (نیکی) کا حکم دینا اور (منکر) برائی سے روکنا عائد کیا گیا ہے۔نظام صلوٰۃ و عبادات سے اسلامی معاشرہ روحانی برکات و ثمرات سے متمتع وفیض یاب ہوتا ہے۔

حقوق اللہ جن کے لئے نظامِ صلوۃ وعبادات ابتداء بھی ہے اور نقطۂ کمال بھی اسلام کے روحانی نظام کی اساس کا درجہ رکھتے ہیں۔اس لئے اسلامی حکومت کی اولین ذمہ داری اس کا نفاذ قرار پایا تاکہ اسلامی معاشرے کی روحانی ضرورتوں کی تکمیل ہو سکے۔ اس کے باوصف چونکہ زکوٰۃ کا تعلق اقتصادیات سے ہے، یہ اسلام کے اقتصادی نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔

ایتائے زکوٰۃ کے حکم کے پیچھے یہ فلسفہ کارفرما ہے کہ اسلامی حکومت پورے معاشرے کو ایسا اقتصادی و معاشی نظام،طرزِ زندگی اور سماجی ڈھانچہ مہیا کرے جس سے حرام کمائی کے راستے مسدود ہو جائیں اور رزقِ حلال کے دروازے کھلتے چلے جائیں۔اس لئے شریعت مطہرہ نے ہر صاحبِ مال پر یہ فریضہ عائد کیا کہ وہ سالانہ بنیادوں پر اپنے جمع شدہ اموال پر اڑھائی فی صد کے حساب سے مال نکال کر اجتماعی طور پر حکومت کے بیت المال میں جمع کرا دے تاکہ وہ اسے معاشرے کے نادہند اور محتاج افراد کی ضروریات پوری کرنے پر صرف کر سکے۔ اس شرح سے اگر سب اہل ثروت اور متمول افراد اپنے سال بھر کے اندوختہ وزر و مال سے اپنا اپنا حصہ نکالتے رہیں تو اس طرح نہ صرف ان کی کمائی حلال اور ان کا مال ومتاع آلائشوں سے پاک و صاف ہو جائے گا بلکہ معاشرے میں پائی جانے والی معاشی ناہمواریاں بھی از خود دور ہوتی رہیں گی۔ اگر یہ سوچ افرادِ معاشرہ کے قلوب و اذہان

میں جاگزیں ہو جائے تو پوری زندگی میں حلال و حرام کی حدیں متعین ہو جائیں گی اور اجتماعی حیات کے احوال و معاملات سنور جائیں گے۔

نظامِ صلوٰۃ اور نظامِ زکوٰۃ کا قیام اسلام کے بنیادی مقاصد میں سے ہے۔ایک سے انسان کی روحانی ضرورتوں کی تکمیل ہوتی ہے تو دوسرے سے اس کی مادّی ضرورتوں کی کفالت کی ضمانت میسر آتی ہے۔ ایک اسلامی معاشرہ افراد کی روحانی اور مادی تقاضوں کی تکمیل کے بعد ہی جنم لیتا ہے جس کے نتیجے میں نیکیوں اور اچھائیوں کو فروغ ملتا ہے اور اس کے اندر پائی جانے والی برائیوں کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔

اس نکتہ کو ذہن نشین کرنے کے لئے کہ اسلامی نظام کے نفاذ سے اچھائیوں کا فروغ اور برائیوں کا سدّ باب کس طرح ممکن ہے، یہ بات ذہن میں مستحضر ہونی چاہئے کہ امر بالمعروف کا تعلق نظامِ صلوٰۃ سے اور نہی عن المنکر ،کا تعلق نظام زکوٰۃ سے ہے۔

دوسرے لفظوں میں اسلام کے روحانی نظام کے نافذ کرنے سے نیکیوں کو فروغ ملتا ہے جب کہ اس کے اقتصادی نظام کا نفاذ برائیوں کو جڑ سے کاٹنے کا موجب بنتا ہے اگر اسلام کا اقتصادی نظام مفقود ہو تو غیر متوازن معیشت کے مضر اثرات پورے معاشرے پر مرتب ہوں گے اور دولت چند ہاتھوں میں سمٹ جانے کی وجہ سے ارتکازِ زر کا رجحان فروغ پذیر ہوگا جس سے معاشرے میں برائیاں جنم لینے لگیں گی اور ایسی راہیں کھل جائیں گی جو فسق و فجور کی زندگی پر منتج ہونگی۔

بندہ و خالق کے مابین تعلق عبودیت پیدا کر دینا اسلام کا اولین تقاضا ہے جو انسانی زندگی میں روحانی نظام کے نفاذ کو مستلزم ہے،اس لئے کہ جب تک انسانوں کے اندر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت، للّٰہیت اور اخلاص کی بناء پر تعلق پیدا نہیں ہوگا ان میں ایثار و قربانی کی زندگی اپنانے کا محرک اور میلانِ طبع ناپید رہے گا۔ روحانیت کا مطمع نظر یہ ہے کہ بندے کا اپنے مولا سے تعلق اتنا پختہ اور محکم ہو جائے کہ اس کی زندگی کا محور اس کی رضا کا حصول بن کر رہ جائے۔ جب یہ مقصد ہمہ وقت بندے کے پیشِ نظر رہے تو پھر وہ اپنی ذہنی تسکین اور مادی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے بے لگام نہیں ہوگا۔ اس کے رگ و پے میں

روحانیت کی دوڑتی ہوئی لہر اس کے قدم غلط راستوں کی طرف جانے سے روک دے گی اور رضائے خداوندی کے تابع ہونے کے بعد وہ اپنی دولت غلط کاموں پر خرچ نہیں کرے گا۔

یہی سبب تھا کہ اسلام نے سب سے پہلے روحانی ضرورتوں کی بات کی اور روحانی تقاضوں کی تکمیل کو اولیت دی تا کہ انسان صحیح معنوں میں انسانیت کے منصب پر فائز ہو جائے اور اس کے پاس دولت کی بہتات کہیں اسے فرعون و قارون کے مقام پر نہ گرا دے۔ فرعون و قارون دونوں ایسے بے خدا نظام کے علمبردار تھے جس کی اساس تعلق باللہ کا فقدان اور مادی دولت وقوت کی کثرت تھی۔

اگر بندے کا اپنے خالق کے ساتھ تعلق بالاخلاص استوار نہ ہو تو پھر اس کے اندر یہ سوچ سرائت کر جاتی ہے کہ اس کی کمائی ہوئی دولت اس کی محنت، قابلیت اور ذاتی استعداد کا نتیجہ ہے اس لئے وہ اسے خدا کی راہ میں کیوں دے؟ اس کے برعکس تعلق باللہ سے بندے کی سوچ کا رخ یہ ہو جاتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے خدا کی عطا ہے۔ وہ اپنی ساری پونجی اور مال ومتاع کو اپنے خالق و مالک کی دین سمجھتا ہے اور اس کا عقیدہ یہ بن جاتا ہے کہ جب تک میرا رب مجھ سے راضی ہے یہ ساری نعمتیں میرے پاس رہیں گی اور اگر وہ انہیں چھین لینا چاہے تو میرے دائرہ اختیار میں کچھ بھی نہ رہے گا۔ اس عقیدے کی بناء پر وہ بندہ خدا کی رضا کو برقرار رکھنے کے لئے اس کی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا اپنا شعارِ حیات بنا لیتا ہے کہ اس طرح وہ اللہ کی نعمتوں کا حقدار اور سزاوار ٹھہرتا ہے۔

یہی سوچ کا فرق ہے جس سے اس کی زندگی کا رخ یکسر تبدیل ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہاں یہ نکتہ انتہائی اہم ہے کہ اس دنیا میں جو دارالامتحان ہے، آزمائشیں غیر مسلموں کے لئے نہیں بلکہ اہل ایمان کے لئے ہیں۔

دولت ایمان سے تہی دامن افراد چونکہ اخروی نعمت سے محروم ٹھہرا دیئے گئے ہیں بنا بریں ان کیلئے صرف یہی دنیا اور اس کے راحت و آرام ہیں۔ اس کے برعکس حق تعالی نے اہل ایمان مرد و زن سے آخرت کی لازوال نعمت کا وعدہ کر رکھا ہے لہذا انہیں ان کے ایمان کی پرکھ کے لئے

قدم قدم پر آزمایا جاتا ہے تاکہ کھوٹے اور کھرے کی پہچان ہو جائے او یہ پتہ چل سکے کہ ان میں کون مستحق ہے اور کون نہیں۔قرآن حکیم نے بڑے بصیرت آموز پیرائے میں ان دو قسم کی سوچ رکھنے والے شخصوں کا حال بیان فرمایا ہے جو زمینوں اور باغات کے مالک تھے۔ایک کی سوچ یہ تھی کہ یہ سب کچھ میرے رب کا فضل اور اس کی عطا ہے جسے برقرار رکھنے کا فقط یہ طریقہ ہے کہ میں اسے اس کی راہ میں خرچ کرتا چلا جاؤں۔دوسرے شخص کی سوچ کا رخ اس کے برعکس یہ تھا کہ مجھ پر برسنے والا ہُن میری محنت و کاوش کا ثمرہ اور نتیجہ ہے لہٰذا مجھے کیا پڑی ہے کہ میں اس دولت کو اپنی آسائش و تعیش پر خرچ کرنے کی بجائے سائلوں اور محروموں کی ضرورتوں کو پورا کرنے پر خرچ کرتا پھروں۔اگلی صبح جب وہ شخص سو کر اٹھا تو اس کا باغ جل کر راکھ بن چکا تھا اور سوائے عبرت انگیز تباہی و بربادی کے اس کے ہاتھ کچھ نہ آیا تھا اور اس کا یہ زعم کہ اس کا اثاثہ اس کی ذاتی محنت و قابلیت کا نتیجہ ہے خاک میں مل گیا تھا۔

قرآنِ کریم نے فلسفہ زکوٰۃ کے باب میں ان دو سوچوں کے فرق کو واضح کرتے ہوئے امر بالمعروف کے بعد نہی عن المنکر قائم کرنے کا حکم صادر فرمایا اور اس ضمن میں روئے خطاب اہل ایمان سے کر کے انہیں نظامِ زکوٰۃ برپا کرنے کی تلقین کی تاکہ معاشرے کو اس کے اندر پنپنے والی برائیوں سے پاک و صاف کیا جا سکے اور ان خرابیوں کا قلع قمع کیا جائے جو اسے گھن کی طرح چاٹ رہی ہیں۔

فرضیت زکوٰۃ کا سبب اور غرض و غایت

قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر ان عوامل کی نشاندہی فرمائی ہے جو فرضیت زکوٰۃ کا سبب بنے۔باری تعالیٰ اہل ایمان سے براہ راست مخاطب ہو کر یوں ارشاد فرماتے ہیں: ''اے ایمان والو! ہم نے جو تمہیں رزق دیا اس میں سے خرچ کرو۔'' دوسرے مقام پر دولت رشد و ہدایت اور تقویٰ سے بہرہ یاب ایمانداروں کی علامات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا: ''(قرآن) متقین کیلئے ہدایت ہے جو غیب پر

ایمان رکھتے، نماز قائم کرتے اور ہم نے انہیں جو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔‘‘

اس آیہ کریمہ میں اہل ایمان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ قبل اس کے کہ تمہیں مرگ ناگہانی آ کر دبوچ لے اپنا پاک وطیب مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اپنا وطیرہ بنالو۔

موت کے بعد جب ظاہری اسباب حیات منقطع ہو جائیں گے اور قیامت کے دن تم سے مواخذہ اور جواب طلبی ہو گی تو سوائے پچھتاوے کے تمہارے پاس کچھ نہ ہوگا، تم بارگاہ خداوندی میں گڑگڑا کر التجا کرو گے کہ ہمیں ایک اور زندگی کی مہلت عطا کرتا کہ ہم تیری رضا کے لیے تیری راہ میں خرچ کر کے تیری مقبول اور صالح بندوں میں شامل ہو جائیں لیکن اس روز کا پچھتاوا اور لجائیت بے کار جائے گی اور جواب آئے گا کہ مہلت وہی تھی جو دنیا میں ایک بار تمہیں عطا ہو چکی اب دوسری بار عمل کا موقع کسی کو بھی مرحمت نہیں کیا جائے گا۔

شریعت اسلامیہ میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے یعنی انفاق فی سبیل اللہ کی دو قسمیں ہیں: ایک انفاق واجبہ اور دوسری انفاق نافلہ۔ ان میں ایک قسم فرض اور دوسری نفلی صدقہ کے زمرے میں آتی ہے۔ یہاں صدقہ کے باب میں ضمناً ایک بات کی وضاحت مطلوب ہے۔ ہمارے ہاں غلط طور پر ایک تصور درآیا ہے کہ لوگ بالعموم صدقہ کے نام دی ہوئی چیز کھانے یا استعمال کرنے سے گھبراتے ہیں کہ شاید ایسا کرنے سے ان پر کوئی مصیبت نازل ہو جائے گی۔

حالانکہ صدقہ کی اصلیت و ماہیت پر ذرا غور کریں تو یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ صدقہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے یعنی انفاق ہی کا نام ہے۔ صدقات خواہ واجبہ ہوں یا نافلہ ان کے مستحقین بہر حال غرباء ومساکین، یتامیٰ اور دیگر اہل حاجت ہوتے ہیں لیکن قرآن حکیم نے صدقات کے مصارف بیان کرتے ہوئے مختلف انواع کے ذکر میں مسافروں کے ذکر کو بھی شامل کیا ہے۔

اب کوئی مسافر چاہے کروڑ پتی ہو سفر کی حالت میں ضرورت مند ہو سکتا ہے۔ اس طرح بوجوہ صدقہ کا مال اس پر بھی جائز ہے لہٰذا صدقہ سے کسی قسم کی گھبراہٹ کی ضرورت نہیں۔

زکوٰۃ کی کم از کم حد سال کے اندوختہ مال پر اڑھائی فی صد کی شرح از روئے شریعت مقرر کی گئی ہے لیکن یہ وہ حد ہے جس سے اسلام کے ایک بنیادی رکن کی بجا آوری فرضیت کی حد تک ہوتی ہے اور اس سے پہلوتہی انسان کے ایمان و اسلام کو معرضِ خطر میں ڈال دیتی ہے۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اہل ایمان کے ذمہ ان کے مالوں میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔'' زکوٰۃ سے انکار نص قطعی کے مطابق صریحاً کفر و بغاوت اور دائرہ اسلام سے اخراج کے مترادف ہے۔

قارئین کی خدمت میں

ماہنامہ ''صدائے شجاعیہ'' دینی واصلاحی ترجمان ہے جو دراصل ایک دینی تحریک ہے جس کا حقیقی مقصد کتاب وسنت کا صحیح پیغام امت تک پہنچانا ہے۔جس کی توسیع واشاعت میں حصہ لینا امت مسلمہ کا دینی فریضہ ہے۔لہذا تمام حضرات سے گذارش کی جاتی ہے کہ وہ اس ماہنامہ کے خود بھی ممبر بنیں اور دوسرے احباب کو بھی ممبر بنائیں۔سالانہ ممبر شپ صرف 200 روپئے ہے۔انشاءاللہ آپ کی یہ کاوش آپ کے حسنات میں شمار ہوگی اور اس کار خیر میں حصہ لینے پر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

قرآن پاک میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے معروف کو پھیلانے اور منکر کوروکنے اور اس کو مٹانے کی تلقین کی ہے۔''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' قرآن کی ایک خاص اصطلاح ہے جس کے معنی خیر و بھلائی کو عام کرنے اور برائیوں کو مٹانے کے ہیں۔اسلام کے پورے نظام میں اس کی بڑی اہمیت ہے خواہ وہ اسلام کے بنیادی عقائد،عبادات واحکام سے ہوں یا معاشی و معاشرتی شعبہ سے متعلق ہدایات سے ہوں کیونکہ اسلام انسان کی ساری زندگی پر محیط ہے کہ وہ پورے اسلامی رنگ ڈھنگ سے ہو۔

اسلام کو زندگی کے سارے شعبوں میں جاری کیا جائے اور امت مسلمہ معروف پر عمل پیرا رہتے ہوئے منکرات سے اپنا دامن بچائے۔اس کی دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ اسلام کا پیغام توحید اور اس کے وہ سارے احکام جو معرووف کے دائرے میں آتے ہیں ان کو دوسروں تک پہنچائے اور منکرات کی قباحت وشناعت سے ان کو واقف کروائے، معروف کو پھیلانے اور منکرات سے انسانوں کو بچانے کی کوشش ودعوت بھی معروف کے حکم میں ہے۔

زکوۃ اہم اسلامی فریضہ

ڈاکٹر مولانا سیف اللہ صاحب، شیخ الادب

مال و دولت کی محبت فطری وطبعی ہے، ہر انسان مال و دولت کو عزیز رکھتا ہے، اس کو جمع کرنے کی جستجو کرتا ہے اور ہمیشہ اس کو فروغ دینے کے لئے کوشاں رہتا ہے اور بسا اوقات اس کی محبت دل پر اس قدر غالب آجاتی ہے کہ وہ اس کے حصول وفکر میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو تک فراموش کردیتا ہے اور نافرمانی و معصیت کا مرتکب ہوکر آخرت کی دائمی و ابدی سعادتوں سے غافل ومحروم ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ’’لوگوں کے لئے خواہشات کی محبت آراستہ کردی گئی ہے (جن میں) عورتیں اور اولاد اور سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان کئے ہوئے خوبصورت گھوڑے اور مویشی اور کھیتی (شامل ہیں) یہ (سب) دنیوی زندگی کا سامان ہے اور اللہ کے پاس بہتر ٹھکانہ ہے۔

(اے حبیب!) آپ فرمادیجئے! کیا میں تمھیں ان سب سے بہترین چیز کی خبر دوں؟ پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس (ایسی) جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے (ان کے لئے) پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور (سب سے بڑی بات یہ کہ) اللہ کی طرف سے خوشنودی نصیب ہوگی اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے‘‘۔ (سورہ آل عمران۔)

انسان عالیشان مکانات، ماڈرن وعمدہ سواریاں، کھیتیاں، باغات، کمرشیل جائیداد، فارم ہاؤس، بینک بیلنس اور سماج میں اونچے مقام وحیثیت کے لئے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو ضائع کردیتا ہے، جب کہ یہ ساٹھ ستر سالہ عارضی زندگی کا حقیر ساز و سامان ہے، اس کے مقابل دائمی و ابدی زندگی آخرت میں نجات وکامرانی سے بالکل غافل ہے۔ اللہ تعالی دنیوی زندگی کی حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے اعلان فرماتا ہے: ’’جان لو کہ دنیا کی زندگی

محض کھیل اور تماشہ ہے اور ظاہری آرائش ہے اور آپس میں فخر اور خودستائی ہے اور ایک دوسرے پر مال و اولاد میں زیادتی کی طلب ہے۔اس کی مثال بارش کی ہے، جس کی پیداوار کسانوں کو بھلی لگتی ہے۔ پھر وہ خشک ہو جاتی ہے، پھر تم اسے پک کر زرد ہوتا دیکھتے ہو، پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی جانب سے مغفرت و عظیم خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کی پونجی کے سواء کچھ نہیں ہے۔" (اے بندو!) تم اپنے رب کی بخشش کی طرف تیزی کرو اور جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی وسعت جتنی ہے، ان لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے اسے عطا فرما دیتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے"۔(سورۃ الحدید۔۲۰،۲۱)

مال محبوب ہوتا ہے اور جب بندہ مؤمن اپنی عزیز و محبوب شے کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو گویا وہ اس بات کا ثبوت پیش کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے، حتیٰ کہ مال و دولت جس کے حصول کے لئے لوگ اپنی ساری توانائی صرف کر دیتے ہیں، دست و گریباں ہو جاتے ہیں، حتیٰ کہ بسا اوقات قتل و خون کی نوبت آجاتی ہے، وہ اسی مال کو اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اس کی راہ میں صرف کر دیتا ہے۔

اسی لئے قرآن مجید اور احادیث طیبہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے آغاز میں سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات میں ارشاد فرماتا ہے کہ "قرآن مجید متقین کے لئے سرچشمہ ہدایت ہے، وہ وہ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے رزق ان کو دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں"۔(سورۃ البقرہ۔)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے پر صحابہ کرام اور تا قیامت امت کو ترغیب دی، بلکہ عملی طور پر بھی بہترین و ناقابل یقین نمونہ پیش فرمایا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی کچھ مانگا، آپ نے کبھی انکار نہیں فرمایا" (بخاری، کتاب المناقب) حضرت

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ بالخصوص رمضان المبارک میں آپ ﷺ کی سخاوت کا حال بیان کرتے ہوئے آپ کو چلنے والی ہوا سے زیادہ سخی قرار دیتے (بخاری باب کیف کان بدء الوحی) ایک مرتبہ ایک شخص کو آپ ﷺ نے دو پہاڑوں کے درمیان پھیلا ہوا ریوڑ عنایت فرمایا۔ وہ اپنی قوم میں جا کر کہنے لگا کہ اسلام لے آؤ، کیونکہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا دیتے ہیں کہ فقر کی پرواہ نہیں کرتے (مسلم)

ایک مرتبہ جب آپ ﷺ کے پاس بحرین سے ستر ہزار درہم کی خطیر رقم آئی تو آپ ﷺ نے اس کو مسجد میں چٹائی پر بکھیر دیا اور پھر جو سامنے آیا اسے دیتے گئے، یہاں تک کہ وہ رقم تقسیم فرمادی۔ (ابن الجوزی)

آپ ﷺ کی دریا دلی اور سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اگر اپنے پاس موجود نہ ہوتا تو آپ ﷺ قرض لے کر سائل کو مرحمت فرماتے (قاضی عیاض، الشفاء) فرط سخاوت سے بقول حضرت انسؓ آپ ﷺ کے پاس کوئی چیز ذخیرہ نہیں رہتی تھی (ابن الجوزی) ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کے پاس کچھ کھجوریں جمع دیکھیں تو پوچھا کہ ''اے بلال! یہ کیا ہے؟''۔ انھوں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! کچھ ذخیرہ کر رہا ہوں، تاکہ کسی وقت کام آسکے''۔ فرمایا ''مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ یہ جہنم کا دہکایا ہوا ٹکڑا بھی ہوسکتا ہے''۔ پھر فرمایا ''اے بلال! خرچ کر اور تنگی کا خوف نہ کر''۔ (ابن الجوزی) بعض لوگ شادی بیاہ کے موقع پر بے دریغ مال خرچ کرتے ہیں اور ہزاروں لوگوں کے کھانے کا بہترین انتظام کرتے ہیں اور اس پر لاکھوں روپے خرچ کر دیتے ہیں۔ چھلہ، چھٹی، عقیقہ، سالگرہ اور دیگر موقعوں پر پوری دریا دلی کا مظاہرہ کرتے ہیں، لیکن جب زکوۃ ادا کرنے کا مرحلہ آتا ہے تو نہایت بخیل ہوجاتے ہیں اور اس سے بچنے کے لئے دس بہانے اور حیلے ڈھونڈتے ہیں۔ بعض حضرات انسانی ہمدردی میں اس قدر آگے آتے ہیں کہ کار خیر، مسجد کی تعمیر، طلبہ کی کفالت، غرباء و مساکین اور عزیز و اقارب کی امداد میں دل کھول کر حصہ لیتے اور جب زکوۃ کی نوبت آتی ہے تو دل تنگ ہو جاتا ہے اور وہ زکوۃ کی واجب شدہ کامل رقم ادا نہیں کرتے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ زکوۃ کی ادائیگی نفس پر نہایت گراں اور شاق ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ چالیسواں حصہ ادا کرنا ہوتا ہے، مگر اس کی ادائیگی کسی پہاڑ سے کم نہیں ہوتی اور جب بندہ نفس کے دھوکہ سے بچکر کامل طور پر زکوۃ ادا کرتا ہے تو وہ اجر عظیم کا حقدار ہو جاتا ہے۔ اس کا مال پاک وصاف ہو جاتا ہے، اس میں برکت ہوتی ہے، آفات ومصائب سے محفوظ ہو جاتا ہے، اس لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''تم زکوۃ دے کر اپنے اموال کو مضبوط قلعوں میں محفوظ کرلو'' (ابوداؤد)

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا ''یارسول اللہ! اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے، جس نے اپنے مال کی زکوۃ ادا کردی''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے اپنے مال کی زکوۃ ادا کردی، اس مال کا شر اس سے جاتا رہا''۔ (ابن خزیمہ، حاکم) حضرت علقمہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا ''تمہارے اسلام کی تکمیل یہ ہے کہ تم اپنے مال کی زکوۃ ادا کیا کرو''۔ (طبرانی) اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ''تم نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو'' (سورۃ البقرہ۔) ''تم نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو، یقیناً تم پر رحم کیا جائے گا'' (سورۃ النور۔)

''انھیں صرف یہی حکم دیا گیا کہ وہ اللہ کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کریں اور حق کی طرف یکسو ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور یہی سیدھا اور مضبوط دین ہے''۔ (سورۃ البینہ۔) جو لوگ پابندی سے کامل زکوۃ ادا کرتے ہیں، وہ اللہ تعالی کی رحمت کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ ارشاد الہی ہے: ''اور میری رحمت ہر چیز پر وسعت رکھتی ہے، سو میں عنقریب اس (رحمت) کو ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا، جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہی لوگ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں''۔ (سورۃ الاعراف)

اور جو لوگ زکوۃ ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں، وہی مال و دولت اور سونا چاندی قیامت کے دن ان کیلئے وبال جان بن جائیں گے۔ اللہ تعالی کا ارشاد

ہے: ’’اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال (کی زکوۃ دینے) میں بخل کرتے ہیں، وہ یہ نہ سمجھیں کہ بخالت ان کے لئے مفید ہے، بلکہ (وہ یقین کرلیں کہ) وہ ان کیلئے برا ہے۔ عنقریب قیامت کے دن جس چیز کے ساتھ انھوں نے بخل کیا ہے، اس کا طوق انھیں پہنایا جائے گا‘‘۔ (آل عمران۔۱۸۰) اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (زکوۃ نہیں دیتے) تو (اے نبی کریم!) آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے، جس دن کہ وہ (سونا چاندی) دوزخ کی آگ میں گرم کئے جائیں گے، پھر ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائے گا کہ) یہ وہی (سونا چاندی) ہے جس کو تم نے جمع کیا تھا، اس کا مزہ چکھو‘‘۔ (سورۃ التوبہ۔)

زکوۃ ادا کرنا نفس پر نہایت شاق ہے اور زکوۃ کی رقم اگرچہ وہ قلیل ہو، لاکھوں روپئے نفل خیرات و صدقات سے زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے اور نفس کشی میں نہایت مؤثر ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ’’شریعت کے کسی حکم کو بجالانا نفس پر ہزار ریاضتوں سے زیادہ مؤثر ہے‘‘۔ لہٰذا زکوۃ کی ادائیگی فلاح وکامرانی کا باعث ہے اور اس سے کوتاہی ندامت وخسران کا موجب ہے۔

زکوۃ کی ادائیگی نفس پر نہایت گراں اور شاق ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ چالیسواں حصہ ادا کرنا ہوتا ہے، مگر اس کی ادائیگی کسی پہاڑ سے کم نہیں ہوتی اور جب بندہ نفس کے دھوکہ سے بچکر کامل طور پر زکوۃ ادا کرتا ہے تو وہ اجر عظیم کا حقدار ہوجاتا ہے۔

رمضان المبارک جشن قرآن کا مہینہ

مولانا قاضی سید صغیرالدین صاحب

طریقت کا دسرا اہم عنصر ''مراقبہ حضور وشہود'' ہے، جوتصوف کی روح ہےاورروزہ اس مراقبہ کی لازمی تربیت کا ذریعہ ہے۔غور فرمائیے! سخت گرمی کا زمانہ ہے، روزے کی حالت میں شدید پیاس لگی ہے، حلق میں کانٹے پڑ رہے ہیں، گھر میں کوئی اور موجود نہیں ہے، فریج میں ٹھنڈا پانی رکھا ہوا ہے، اگر آپ ایک گلاس پانی پی لیں تو کسی کو قطعاً معلوم نہ ہوگا۔ سب آپ کو روزہ دار ہی سمجھتے رہیں گے، کیونکہ کسی نے آپ کو پانی پیتے نہیں دیکھا۔لیکن آپ پانی نہیں پیتے، شدید پیاس برداشت کر رہے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ کوئی دیکھے نہ دیکھے، آپ کو حق الیقین ہے کہ اللہ تعالی تو دیکھ رہا ہے۔ یہی مراقبہ حضور وشہود ہے، جو طریقت کی جان ہے اور یہی مراقبہ زبان رسالت میں احسان کہلاتا ہے۔ احسان، یعنی طریقت اور تصوف یہ ہے کہ تم اللہ کی بندگی اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو، ورنہ وہ تو تمھیں دیکھ ہی رہا ہے۔ اس مراقبہ اور اس استحضار کی تربیت رمضان میں پورے ایک مہینہ تک ہوتی ہے۔

روزہ انسان کی ذہنی، روحانی اور اخلاقی تربیت و ترقی کا واحد ذریعہ ہے، اس کے بغیر تقویٰ تک رسائی ممکن نہیں۔ روزہ ایک بھٹی ہے، جہاں یہ جسم کے فاسد مادوں کو جلا کر خاکستر کر دیتا ہے، وہیں روح پر جمی ہوئی کدورتوں کو بھی جلا کر خاکستر کر دیتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے

کہ روزے میں خالی پیٹ ہونے کی وجہ سے غور وفکر بڑھ جاتا ہے اور حکمت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

طبیعت میں رسائی، قلب میں نسبت اور رقت بڑھ جاتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ کثرت خواب وخور سے کور باطنی اور قساوت قلبی پیدا ہوتی ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''مسلمانو! تم پر روزے فرض کردیئے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے والوں پر فرض کیئے گئے تھے، اس سے یقیناً تم میں تقویٰ پیدا ہوگا'' (سورۃ البقرہ۔) اس آیت سے جہاں روزوں کی فرضیت کا حکم ملتا ہے، وہیں یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ روزہ کوئی نئی اور انوکھی عبادت نہیں، پچھلی امتوں پر بھی روزے فرض تھے، یہ اور بات ہے کہ مدت اور نوعیت الگ تھی۔ مثلاً کسی امت کو ایام بیض یعنی ہر قمری مہینہ کی تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزوں کا حکم تھا اور کسی امت کے لئے خاموشی کو روزہ قرار دیا گیا تھا۔ مثلاً حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کا روزہ۔ اسی طرح کسی امت پر ایک دن آڑ کے روزے فرض تھے۔

مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے اور کبھی پورے دن اور رات یعنی چوبیس گھنٹے کا روزہ تھا، اس طرح کہ رات کو سو گئے تو روزہ شروع ہوگیا، دوسرے دن بھی کچھ کھا پی نہیں سکتے تھے۔ شریعت محمدی میں بھی ابتداء اسی طرح کا روزہ فرض تھا، لیکن بعد میں روزے کی موجودہ مدت مقرر کردی گئی۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے، جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔ لہذا جو شخص اس مہینہ کو پائے اس کو لازم ہے کہ اس پورے مہینہ کے روزے رکھے''۔ (سورۃ البقرہ۔)

یوں تو رمضان کو کئی وجوہ سے فضیلت حاصل ہے، مثلاً اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت عام ہوتی ہے، مغفرت بے پناہ ہوتی ہے اور دوزخ سے نجات کا راستہ نکل آتا ہے۔

اس مہینہ میں نوافل کا اجر فرض کے اجر کے برابر کر دیا جاتا ہے اور فرض کا ثواب ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے، لیکن رمضان کی ایک بڑی فضیلت جو قرآن سے معلوم ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس مہینہ میں قرآن نازل ہوا۔ یہ پورا مہینہ اب جشن نزول قرآن کا مہینہ ہے، یعنی اس پورے مہینہ میں نزول قرآن کی سالگرہ ہوتی ہے اور قرآن بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے، جس کی جتنی بھی خوشی منائی جائے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''کہو کہ یہ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے کہ یہ چیز اس نے بھیجی، اس پر تو لوگوں کو خوشی منانی چاہئے'' (سورہ یونس۔)

اس مہینہ میں اس نعمت عظمیٰ کا امین بنا کر اس امت کو خیر امت بنایا گیا۔

ان ہی فضائل کی وجہ سے اس مہینہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا مہینہ قرار دیا اور ان ہی فضائل و برکات کی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مہینہ کا شدت سے انتظار رہتا تھا۔ دو ماہ پہلے سے آپ ﷺ اس مہینہ کے استقبال کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔

رجب کا چاند دیکھ کر آپ ﷺ دعا فرماتے تھے کہ ''اے اللہ! ہمارے لئے رجب اور شعبان کے مہینے میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان تک پہنچا دے''۔ اس مہینہ میں شیاطین کو بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں۔ جی ہاں! شیاطین کی یہ قید ہمیں نظر نہیں آتی، لیکن اس کے اثرات ضرور محسوس ہوتے ہیں۔ اسی قید کا اثر ہے کہ گناہ کے تقاضے ختم ہو جاتے ہیں اور نیکیوں کا عام رجحان پیدا ہو جاتا ہے۔ ہر مسلمان چاہتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ نیک کام کر کے اجر و ثواب حاصل کرے۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس ماہ مبارک میں نفلی عبادت کا اہتمام زیادہ سے زیادہ کریں، تلاوت قرآن اور فہم قرآن کی کوشش کریں، صدقات اور ذکر کی کثرت کریں، استغفار کی کثرت کریں اور دعائیں زیادہ سے زیادہ مانگیں، کیونکہ یہ قبولیت دعا کا مہینہ ہے۔مختلف اوقات میں اللہ تعالی کی رحمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں،سحر اور افطار کے وقت خاص طور پر۔ اگر آپ تہجد کے عادی نہیں ہیں تو اس مہینہ میں اس کے عادی بن جائیں،تہجد کا عادی بننے کے لئے رمضان بڑا اچھا موقع فراہم کرتا ہے۔تہجد کا وقت آغاز فجر تک رہتا ہے۔

فجر سے پہلے سحر کا وقت ہے، اسی وقت سحری کھائی جاتی ہے،جس کے لئے لازماً اٹھنا ہوتا ہے، اسی میں کچھ وقت نکال کر کم از کم چار رکعت ہی سہی تہجد پڑھ لیا کریں۔تہجد، فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل ترین نماز ہے،طریقت میں اس نماز کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ نماز بندے کو اللہ تعالی کے ساتھ تخلیہ فراہم کرتی ہے، یہ راز و نیاز والی نماز ہے، بندے کا اللہ تعالی سے براہ راست تعلق قائم ہوتا ہے،لہذا اس موقع کو ہرگز ضائع نہ کریں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کی زندگی بڑی تیزی کے ساتھ روبہ زوال رہتی ہے جیسے کھیتیاں دم بھر کو شاداب ہوتی ہیں تو ان کا ہرا بھرا ہونا دل کو موہ لیتا ہے، دیکھنے والے اور خاص طور پر کسان اس سے بڑے مسرور ہوتے ہیں لیکن ان کھیتیوں کو خشک ہوکر ریزہ ریزہ ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ یہی حال دنیا اور دنیا کے آسائشی ساز و سامان کا ہے جو انسان کی مختصر زندگی کے کچھ حصہ میں موسم بہار کی طرح باعث رونق و زینت ہوتے ہیں اور دلوں کو لبھاتے ہیں، پھر جب وہ چھن جاتے ہیں تو زندگی کے باغ و بہار خزاں آلودہ ہوجاتے ہیں۔

رمضان تاریخی ایام کے آئینے میں

مولانا حافظ سید عبدالعلیم صاحب

رمضان المبارک، دینی و روحانی حیثیت

سے سال کے بارہ مہینوں میں سب سے مبارک اور افضل مہینہ ہے۔ رمضان المبارک انفرادی واجتماعی تربیت کا ایسا عملی نظام ہے جس میں رضائے الٰہی کے لئے ایثار و قربانی، برداشت، صبر، حوصلہ، استقامت اور بھوک، پیاس میں غرباء و مساکین کے ساتھ شرکت کا احساس جاگزیں ہوتا ہے۔ یہی وہ اوصاف ہیں جب ایک مومن کی شخصیت کا خاصہ بنتی ہے اور بندے کا خالق ومخلوق سے رشتہ مستحکم بنیادوں پر استوار ہوتا ہے۔

ذیل میں اس ماہ مقدس سے جڑے ہوئے چند اہم تاریخی واقعات کا ذکر کیا جائے گا: 3 رمضان المبارک حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کا یوم وفات

10 رمضان المبارک ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا یوم وفات 15 رمضان المبارک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا یوم ولادت

17 رمضان المبارک حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یوم وصال

اس کے علاوہ غزوہ بدر بھی 17 رمضان المبارک کو ہوا تھا۔

21 رمضان المبارک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یوم شہادت

27 رمضان المبارک (شب قدر) کو قرآن مجید نازل ہوا اور ہمارا پیارا پاکستان معرض وجود میں آیا۔

3 رمضان المبارک۔۔۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یوم وفات

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، پس جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا‘‘۔ (بخاری شریف) آپ رضی اللہ عنہا حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی، حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ اور مولائے کائنات حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ حضرت سیدہ کائنات فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی فاطمہ ہے۔ کنیت بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور القاب بتول، زہرا اور سیدہ ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری بیٹی کا نام فاطمہ اسلئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس سے محبت رکھنے والوں کو دوزخ سے الگ تھلگ کر دیا ہے۔ (دیلمی)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خود بیان کیا ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کائنات میں کسی کو افضل نہیں دیکھا‘‘۔ (مجمع الزوائد)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبت حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے تھی اور مردوں میں سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ محبوب تھے۔ (ترمذی، الجامع الصحیح) سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری بیٹی کی سیرت پر ہماری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو بھی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد آپ اکثر بیمار رہنے لگ گئیں اور بالآخر 3 رمضان المبارک کو اپنے خالق حقیقی سے ملیں۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور رات کو جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

10 رمضان المبارک... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا یوم وفات

ام المومنین حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمر میں پندرہ

سال بڑی تھیں۔انہیں رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

ان کے والد کا نام خویلد بن اسد تھا جو کہ قریش کے بہت مالدار سردار تھے۔ ان کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔

انہوں نے اپنا کاروبار تجارت اور مال اپنی وفات سے پہلے اپنی اس ذہین اور معاملہ فہم بیٹی کے سپرد کردیا تھا۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے گھر بیٹھے اپنی ذہانت وقابلیت اور معاملہ فہمی کی بدولت اپنی تجارت کو چار چاند لگا دیئے۔کبھی کبھار وہ قسمت ومقدر کے بارے میں سوچا کرتیں کہ پتا نہیں خدا کو کیا منظور ہے۔

ایک طرف اللہ نے انہیں بھائیوں سے محروم کردیا تو دوسری طرف انہیں ازدواجی زندگی میں پے در پے صدمات برداشت کرنا پڑے۔ان کے پہلے خاوند ابو ہالہ بن زرارہ تھے جو شادی کے کچھ ہی عرصے بعد فوت ہوگئے۔ان سے ان کے دو بیٹے تھے۔ان کی دوسری شادی بنو مخزوم کے بہت خوش خلق نوجوان عتیق بن عابد سے ہوئی لیکن وہ بھی نہایت مختصر عرصے بعد داغ مفارقت دے گئے۔ان سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جو صحابیہ بھی ہیں اوران کا نام ہند رضی اللہ عنہا بیان کیا گیا ہے۔

حضور نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کل سات بچے عطا فرمائے تھے۔ان میں حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ باقی سب بچے حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ یہ بھی کمال ہے کہ اللہ کے رسول صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو بیٹے اور چار بیٹیاں اس عظیم خاتون سے مرحمت ہوئیں لیکن دونوں بیٹے قاسم اور عبداللہ بچپن ہی میں اللہ نے واپس لے لئے جبکہ بیٹیاں حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا، سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن جوانی کی عمر کو پہنچیں۔

15 رمضان المبارک... حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا یوم ولادت

3 ہجری میں 15 رمضان المبارک کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور

خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی پہلی اولاد تھے۔قُرب ولادت کے وقت حضور رحمت عالم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام ایمن اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو سیدہ عالم کی دیکھ بھال کے لئے مامور کیا۔

انہوں نے آیت الکرسی اور تینوں معوذ پڑھ کران کو دم کیا، بچے کی ولادت ہوئی تو حضور سرور دو عالم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتویں دن نومولود کے عقیقے کے موقع پر دو ڈنبے ذبح کیئے اور اپنی پیاری بیٹی سے فرمایا کہ بچے کے سر کے بال اتروائیں اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی خیرات کریں۔

جب آپ کا سر منڈا کر بالوں کا وزن کیا گیا تو یہ وزن ایک درہم کے برابر تھا۔اتنی چاندی خیرات کی گئی۔دایہ کو دنبے کی ران اور ایک دینار دیا گیا۔

سر منڈانے کے بعد حضور رحمت عالم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے نومولود کے سر پر خوشبو ملی اور اسی دن آپ کا نام رکھا گیا اور ختنہ کیا گیا۔علاوہ ازیں آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی آپ کے کان میں اذان کہی تھی۔ (سیرۃ الرسول، ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن علیہ السلام سینہ سے سر تک رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل شبیہہ ہیں اور حضرت حسین علیہ السلام سینہ سے نیچے تک حضور صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل شبیہہ ہیں۔ (جامع الترمذی، کتاب المناقب) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضور صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود مبارک میں تھے اور وہ اپنی انگلیاں حضور صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک میں ڈال رہے تھے اور حضور صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈالتے اور فرماتے: ''اے اللہ! میں اسے محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے محبوب رکھ''۔

17 رمضان المبارک... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یوم وصال

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔آپ کا نام عائشہ، لقب صدیقہ اور حمیرا، خطاب ام المومنین اور کنیت ام عبداللہ ہے

چونکہ آپ رضی اللہ عنہا صاحب اولاد نہ تھیں اس لئے آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے اور اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے نام پر حضور صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اپنی کنیت ام عبداللہ اختیار فرمائی۔ (ابوداؤد، السنن)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بچپن ہی سے نہایت ہی ذہین و فطین، عمدہ ذکاوت اور بہترین قوت حافظہ کی مالک تھیں۔ حضرت امام زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں۔ بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ان سے مسائل وغیرہ پوچھا کرتے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی کوئی ایسی مشکل پیش نہیں آئی جس کو ہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے بارے میں کوئی معلومات ہمیں نہ ملی ہوں۔ (جامع الترمذی، کتاب المناقب) آپ رضی اللہ عنہا اکثر دن کو روزے سے ہوتیں اور ان کی رات نوافل ادا کرتے مصلے پر گزرتی، زہدو ورع، تقویٰ و پرہیزگاری میں وہ اپنی مثال آپ تھیں۔ اطاعت، عبادت اور ریاضت کا جوہر اُن کی سرشت میں شامل تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ان کی گزر اوقات کے لئے ان کا گزارہ الاؤنس مقرر کر رکھا تھا لیکن آپ کو جو ملتا وہ مستحقین میں تقسیم فرما دیتیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا)۔ (جامع ترمذی، ابواب المناقب) 58ھ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر 67 سال ہو چکی تھی۔ اسی سال ہی رمضان المبارک میں آپ بیمار ہوئیں۔

علالت کا سلسلہ چند روز جاری رہا۔ علالت کے دوران کوئی مزاج پرسی کرتا تو فرماتیں اچھی ہوں۔ (طبقات ابن سعد) آپ رضی اللہ عنہا 17 رمضان المبارک 58 ہجری کو رات کے وقت فوت ہوئیں۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز

جنازہ پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہا کو آپ کی وصیت کے مطابق جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

17 رمضان المبارک۔۔۔ غزوہ بدر:۔

اسلام اور کفر کی پہلی جنگ بدر کے مقام پر لڑی گئی اوراس بناء پر تاریخ اسلام میں اسے جنگ بدر کے نام سے جانا جاتا ہے۔ بدر کی لڑائی سب سے زیادہ مہتم بالشان لڑائی ہے۔

اس معرکہ میں مقابلہ بہت سخت تھا۔ ایک طرف غرور اور تکبر میں مبتلا اسلحہ اور طاقت سے لیس لشکر کفار تھا جو تعداد میں بھی زیادہ تھا اور ظاہری اسباب اور وسائل بھی بہت زیادہ تھے جبکہ دوسری جانب مسلمانوں کی تعداد انتہائی قلیل یعنی صرف 313 مجاہدین جن میں نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ بزرگ اور بچے بھی شامل تھے۔ مسلمانوں کے پاس صرف تین گھوڑے، چھ نیزے اور آٹھ تلواریں تھیں جبکہ سواری کے لئے 70 اونٹ تھے جبکہ لشکر کفار میں ایک ہزار کے لگ بھگ فوج، سو گھوڑے، سات سو اونٹ اور لڑائی کا کثیر سامان موجود تھا۔ جنگ بدر میں کفار مکہ کے ستر سردار جہنم واصل ہوئے اور 70 کافر قید ہوئے۔ علاوہ ازیں 14 صحابہ کرام رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح سے کفار کی کمر ٹوٹ گئی۔ ان کا غرور خاک میں مل گیا اور اسلام کو تقویت ملی۔

21۔ رمضان المبارک۔۔۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یوم شہادت:۔

حضور نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دعوت اسلام دی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جن کی عمر دس سال کے لگ بھگ تھی اور آپ نے فوراً اسلام قبول کرلیا تھا۔

ایک انصاری شخص ابوحمزہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ (جامع الترمذی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا میں شہرِ علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ پس جو کوئی علم کا ارادہ کرے وہ دروازے کے پاس آئے۔ (المعجم الطبرانی)

اسی طرح ایک اور روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں حکمت کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔ (جامع الترمذی، کتاب المناقب) آپ رضی اللہ عنہ سے 11586 احادیث مروی ہیں۔

فقہ اور اجتہاد میں آپ رضی اللہ عنہ کو خاص مقام حاصل تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چار سال نو ماہ تک منصب خلافت پر فائز رہے۔ 19 رمضان المبارک 40ھ 660ء کو جب آپ فجر کی نماز کوفہ کی مسجد میں پڑھا رہے تھے تو ایک خارجی عبدالرحمٰن ابن ملجم آپ پر زہر آلود خنجر سے حملہ آور ہوا۔ آپ کو کئی زخم آئے جس کے نتیجے میں 21 رمضان المبارک کو جام شہادت نوش فرمایا۔

27 رمضان المبارک... نزولِ قرآن کی رات :۔

وہ راتیں جو فضیلت کی حامل ہیں اور جن میں کی گئی عبادت کو افضل قرار دیا گیا ہے وہ پندرہ ہیں۔

ان راتوں میں سے اعلیٰ اور اولین درجہ جس شب کو حاصل ہے وہ شب قدر ہے۔ قرآن میں اس کی عظمت و شرف کا بیان اس طرح ہوا ہے: ”بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں اتارا۔ (سورۃ القدر) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کو لیلۃ القدر عطا فرمائی ہے جو کہ پہلی امتوں کو نہیں ملی“۔ (دیلمی، مسند الفردوس)

یہ امر قابل غور ہے کہ بعض کو بعض پر فضیلت دینا سنت الٰہیہ ہے۔ راتوں میں لیلۃ القدر، دنوں میں جمعۃ المبارک، جگہوں میں کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی اور ان سے بڑھ کر گنبد خضریٰ میں مزار اقدس کی جگہ اور کل مخلوق میں سرکار دو عالم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو فضیلت حاصل ہے۔

اعتکاف۔احکام وآداب

از۔مولانا محمد ناصرالدین صدیقی صاحب

اعتکاف کے لغوی معنی اپنے کوکسی ایک جگہ روکے رکھنے اور ایک مکان میں مقید کرلینے کے ہیں،ایک دوسرے معنی میں اس طرح ایک جگہ بندرہ کرنفس کو دنیوی لذائذ سے باز رکھنے کے ہیں،اوراس کیلئے ایک معینہ مدت تک عبادت کی غرض سے مسجد میں خلوت نشینی اختیار کرنے کو اعتکاف کہا جاتا ہے اور یہ اس کے شرعی معنی ہے ،اعتکاف کا ذکر قرآن پاک میں دوجگہ آیا ہے ،حضرت سیدنا ابراھیم وحضرت سیدنا اسماعیل علیھما السلام کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ میرے گھر بیت اللہ کو پاک وصاف رکھو،طواف کرنے والوں اوراعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کیلئے ،اور ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا کہ جب تم مساجد میں اعتکاف کروتو اپنی بیویوں سے ازدواجی تعلق قائم نہ کرو۔

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں : (۱) واجب (۲) سنت مؤکدہ علی الکفایۃ (۳) نفل۔

(۱)واجب اعتکاف جونذر کی وجہ سے واجب ہوتا ہے،نذر عبادت ہے جو اللہ سے مانی جاتی ہے،نذر سے مراد یہ ہے اگرکوئی اللہ سے نذر مانے کہ’’ میرا فلاں کام ہوجائے تو میں اتنے دن کا اعتکاف کروں گا‘‘نذر کی دوقسمیں ہیں:(۱)مطلق (۲) مقید،نذر مطلق سے مراد یہ ہے کہ اعتکاف کی نیت ضرور کرے لیکن اس میں مہینہ،دن اورتاریخ کے لزوم کو نیت میں شامل نہ کرے ،جیسے ’’واوین‘‘میں ذکرکردہ مثال سے واضح ہے ،(۲) مقید۔نذر مقید جیسے کسی نے اللہ سے نذر مانی کہ اے اللہ! میرا فلاق کام ہوجائے یا میرے بیمارکوشفا ہوجائے تو میں فلاں مہینہ کے فلاں تواریخ یا ایام میں اعتکاف کروں گا۔اس میں نذر کی نیت کرنے والا نے مہینہ اوردن وتاریخ

کومتعین کر کے مقید کرلیا ہے اس لئے اس کونذرمقید کا نام دیا گیا ہے۔اعتکاف سنت ،یہ اعتکاف رمضان المبارک کے آخری عشرہ (دس دن یانودن) کا ہے،اور یہ سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔سیدنا محمدرسول اللہ ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمانے تک آخری عشرہ کے اعتکاف کا اہتمام فرمایاہے(الترمذی:باب ماجاء فی الاعتکاف:۱/۱۶۴)

اعتکاف نفل ،اعتکاف کی کوئی اللہ سبحانہ سے نذر نہ مانے اور نہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہو بلکہ نفل عبادت کی غرض سے نفل اعتکاف کی نیت کرلے،اعتکاف واجب اورسنت مؤکدہ علی الکفایہ کے شروط احکام ہیں جن کی پابندی ضروری ہے ،نفل اعتکاف کے وہ شرائط نہیں ہیں جو متذکرہ دونوں قسم کے اعتکاف کی وجہ شرعا لازم آتے ہیں۔اعتکاف نفل چندمنٹ کا بھی ہوسکتا ہے یا جیسے نیت کرنے والا نفل اعتکاف کی نیت کرے،نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں پہنچنے والا بھی اس اعتکاف کی نیت کرسکتا ہے،جب وہ نیت کرلے تو مسجد میں جتنی دیر قیام رہے گا وہ معتکف مانا جائے گا،مسجد سے باہر نکلتے ہی یہ اعتکاف ختم ہوجائے گا(بدائع الصنائع:۲/۱۰۹)

اعتکاف واجب اورسنت کیلئے روزہ شرط ہے(تاتارخانیہ:۲/۴۱۱)

مستحب نفل اعتکاف کیلئے روزہ ضروری نہیں۔حضرت نبی کریم ﷺ کاارشاد ہے کہ معتکف اعتکاف کی وجہ گناہوں سے محفوظ ہوجاتا ہےاور دیگر نیک کام کرنے والے بندوں کی طرح معتکف کے نامہ اعمال میں بھی نیکیاں لکھی جاتی ہیں ،جن نیکیوں کو وہ اعتکاف کی وجہ انجام نہ دے سکتا ہو۔**ھو یعکف الذنوب ویُجری لہ من الحسنات کعامل الحسنات کلھا.** (ابن ماجہ:۱۷۸۱)اعتکاف کی وجہ کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں ، ایک تو یہ کہ گناہوں سے حفاظت ہوتی ہے ،جھوٹ ،غیبت ،چغلی وغیرہ جیسے کبائر سے بچنا آسان ہوجاتا ہے ،کئی ایک نیک کام جیسے عیادتِ مریض ،حضوریٔ جنائز وغیرہ جیسی نیکیوں کا ثواب ان اعمال کے انجام دئے بغیر ہی اعتکاف کی برکت سے معتکف کو حاصل

ہو جاتا ہے۔

یہ محض فضل وکرم ہے اس خالق و مالک اور پاک پروردگار کی رحمت کا جو بندے کو نوازنے کیلئے بہانے ڈھونڈتی ہے ۔ اللہ وآخرت سے بے خوف (اسلام بیزار) انسانوں کی طرح کسی کو محروم کرنے کے بہانے نہیں تلاش کرتی ، بقول کسے :۔

رحمت حق بہانہ می جوید۔

رحمت حق بہانمی جوید

حضرت نبی پاک سیدنا محمد رسول ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے ،آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمالینے کے بعد ازواج مطہرات (امہات المؤمنین) رضی اللہ عنہن نے اعتکاف کا اہتمام فرمایا ،اس لئے فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے ،یعنی کسی بستی میں رہنے والے کچھ افراد بھی مسجد میں معتکف رہیں تو بستی کے دیگر افراد کی طرف سے یہ سنت ادا ہو جاتی ہے،البتہ اعتکاف رکھنے والے زیادہ اجر وثواب کے مستحق ہوں گے ،ایک عشرہ سے کم کا اعتکاف نفل کہلاتا ہے۔

اعتکاف کے شرائط میں سے ہے کہ معتکف مسلمان ہو، عاقل ہو، جنابت سے پاک ہو،یعنی جس کو غسل کی حاجت نہ ہو،اسی طرح خواتین اگر اپنے گھر میں اعتکاف کریں تو ان کا حیض ونفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔ مردوں کو مسجد میں اعتکاف کرنا ہے۔

مسجد بھی وہ جس میں نماز پنجگانہ کا اہتمام ہوتا ہو ،اور معتکف کا روزہ دار ہونا بھی شرط ہے، اعتکاف کی حالت میں مسجد کے اندر کھانے ، پینے کی شرعا اجازت ہے،افطاروسحر کا کھانا مسجد تک پہنچانے والے کوئی نہ ہواوراس کے انتظام میں دشواری ہوتو معتکف کواجازت ہے کہ وہ اس کیلئے مسجد سے باہر نکلے۔ چونکہ یہ بھی بنیادی حوائج میں شامل ہے۔ بغیر کسی عذر کے ارادہ کے ساتھ یا بھول کر مسجد سے باہر نکلنے سے اعتکاف ختم ہو جاتا ہے۔ معتکف کو خاص حالات میں جیسے طہارت سے فراغت کیلئے وضو کیلئے اور فرض غسل کیلئے حسب ضرورت مسجد سے باہر نکلنے کی اجازت ہے ۔ چونکہ ان کا تعلق طبعی حاجات سے ہے اس لئے

شرعا یہ جائز ہے۔

بہتر اور افضل ہے کہ اعتکاف کسی ایسی مسجد میں کیا جائے جہاں پنج وقتہ باجماعت اہتمام کے ساتھ نماز جمعہ کی جماعت کا بھی نظم ہو، اس مسجد میں جمعہ کا اہتمام نہ ہوتو نماز جمعہ کی ادائیگی کیلئے جامع مسجد یا اورکسی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کیلئے معتکف کو جانے کی اجازت ہے۔ یہ امر چونکہ شرعی حاجت کے دائرے میں آتا ہے اس لئے اس کا جواز ثابت ہے۔ المختصر طبعی و شرعی دونوں طرح حاجات کی حاجات میں خروج مسجد درست ہے۔

لیکن طہارت ،فرض غسل، یا نماز جمعہ ادا کرنے کیلئے مسجد سے باہر جانا ہوتو ضرورت کی حدتک ہی باہر رہے، کسی کام میں مشغول ہوئے بغیر فوری پھر سے مسجد میں پہونچ جائے (بدائع الصنائع:۲۸۳/۲) البتہ ان ضروریات کی تکمیل کیلئے جاتے ہوئے یا آتے ہوئے اس راہ میں کسی بیمار کی عیادت کرلے یا جنازہ میں کی نماز میں شرکت کرلے تو شرعا اجازت ہے، بشرطیکہ اس راستے سے ہٹ کرکہیں اور راستہ پر جانا نہ پڑے تاہم ان امور کیلئے خاص طور پر مسجد سے نکلنا شرعا درست نہیں ،اس سے اعتکاف ختم ہوجاتا ہے۔

غسل جمعہ یا تبرید یعنی ٹھنڈک حاصل کرنے یا نظافت ، پاکیزگی وستھرائی کی غرض سے غسل کیلئے معتکف مسجد سے باہر جاسکتا ہے یانہیں اس میں محتاط علماء کی رائے یہی ہے کہ خاص اس مقصد سے نکلنا درست نہیں، البتہ بشری تقاضوں جیسے بول وبراز (پیشاب وغیرہ) کیلئے مسجد سے باہر نکلنا پڑے تو اس موقع پر بہت ہی کم وقت میں غسل کرلے تو اس کی اجازت ہوسکتی ہے بشرطیکہ محل تبدیل نہ کیا گیا ہو۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ چونکہ غسل جمعہ کیلئے نکلنے یا نہ نکلنے سے متعلق کوئی صریح روایت کتب احادیث میں منقول نہیں ہے ،اس لئے غسل جمعہ کیلئے بھی نکلنا درست ہوسکتا ہے ۔ ان شاء اللہ اس سے اعتکاف باطل نہیں ہوگا۔ صاحب شرح اوراد نے اس کو ترجیح دی ہے۔ البتہ احتیاط پہلے قول پر عمل میں ہے۔

حالت اعتکاف میں اپنے اوقات کی حفاظت کا خاص لحاظ رکھیں ،تلاوت قرآن ،ذکر

واذکار،نوافل کا اہتمام ،دینی کتب کا مطالعہ مفید ہے،لایعنی اعمال واشغال اور بے کار گفتگو سے سخت پرہیز کریں۔اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ ایک بندہ مسجد میں گوشہ نشین ہوکر اللہ سبحانہ وتعالی سے عبدیت وبندگی کے تعلق کی مزید تجدید کرتا ہے۔دنیوی علائق سے کچھ مدت کیلئے اپنے آپ کو جدا کرکے اللہ سبحانہ وتعالی کی یاد اور اس کے ذکر سے اپنے دل کی دنیا کو آباد کرلیتا ہے۔

اعتکاف کا مقصود گویا ریاضت ومجاہدہ کرکے اپنے باطن کی اصلاح کرنا ہے،اور اپنے آپ کو نفس کی شرارتوں سے اور اس کے دام فریب سے بچانا ہے ۔اعتکاف سے قربت بھی مقصود ہے کہ ایک بندہ رمضان المبارک کے بعد بھی اعتکاف کے ذریعہ حاصل ہوئے تزکیہ نفس وتصفیہ باطن کی کیفیات کی عملی طور پر حفاظت کرے۔

رمضان المبارک کے آخری عشرہ سے اعتکاف کو خصوصی نسبت حاصل ہے ،رمضان المبارک کی اہم عبادات میں روزہ تو ہر عاقل وبالغ مسلمان مرد وعورت پر فرض عین ہے،تاکہ بندگی وعبدیت کے تقاضے ایک بندہ اور عبادات کے ساتھ روزہ رکھ کر بھی پورا کرے،حق بندگی ادا کرتے ہوئے پورے اہتمام اور اس کے آداب وشرائط کی رعایت رکھتے ہوئے روزہ رکھنے سے روح کی تربیت ہوتی ہے ،روزہ گویا ایک مجاہدہ ہے اس مجاہدہ سے نفسانی خواہشات پر کنٹرول حاصل ہوتا ہے اور خدا ترسی وخوف آخرت پیدا کرنے میں روزہ کو خصوصیت حاصل ہے جس کی وجہ بندہ گناہوں سے بچنے کا پابند بنتا ہے،نیکیوں سے رغبت یاد الہی کی طرف توجہ بڑھ جاتی ہے ۔جذبۂ صادق اور ایمان واثق کے ساتھ روزہ رکھتے ہوئے اعتکاف کا اہتمام بھی کرلیا جاتا ہے تو یہ عملِ اعتکاف ''سونے پر سہاگہ'' کے مثل ہوجاتا ہے کیونکہ رمضان پاک میں روزوں کے ساتھ اعتکاف کے اہتمام سے روحانی مدارج میں اور اضافہ ہوتا ہے،تعلق باللہ میں مزید استحکام وترقی نصیب ہونے کی وجہ ملاء اعلی سے خصوصی مناسبت قائم ہوجاتی ہے۔

اعتکاف میں چونکہ کامل یکسوئی نصیب ہوجاتی ہے ،علائق دنیا سے دامن محفوظ ہوجاتا ہے،اللہ کے آستانے پر دنیا جہاں سے منہ موڑ کر پڑے رہنے

کی ادا اللہ سبحانہ کو بہت بھاتی ہے۔اس میں بندہ کو ذکر وفکر، تسبیح وتحمید، تقدیس وتہلیل ،توبہ واستغفار ،تلاوت قرآن وعبادات کی توفیق مل جاتی ہے، جس سے دل کی زمین نرم ہوجاتی ہے ،حکمت وموعظت ،عبرت وبصیرت کے سوتے دل سے پھوٹنے لگتے ہیں ،قرب خداوندی کی تحصیل میں اعتکاف گویا اکسیر کا کام کرتا ہے۔

اعتکاف کو دراصل خصوصی نسبت حاصل ہے حضرت نبی پاک ﷺ کی اس خلوت گزینی سے جس کو آپ ﷺ نے غار حراء میں اختیار فرمایا کرتے تھے۔

اللہ سبحانہ وتعالی کو چونکہ اپنے محبوب بندہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی یہ ادا بڑی پسند ہے اس لئے جو بندہ اس ادا کو محبوب بنالے اللہ سبحانہ اس بندہ کو بھی اپنا محبوب بنالیتے ہیں ۔ جب اللہ سبحانہ کسی کو اپنا محبوب بنالیتے ہیں تو اس پر اپنی رحمتیں نچھاور فرماتے ہیں۔حدیث قدسی میں ارشاد ہے۔میں اپنے بندے کے اس یقین کے مطابق ہوجاتا ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوجاتا ہوں جب ہ مجھے یاد کرتا ہے، اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے کسی محفل میں یاد کرے تو میں اسے ایسی محفل میں یاد کرتا ہو ں جو اس کی محفل سے کہیں اعلیٰ وارفع ہے۔

اگر وہ ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوجاتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے قرب کی تلاش میں آگے بڑھتا ہے تو میں اپنے دونوں بازوؤں کے کشادہ حصے سے زیادہ اس کے قریب ہوجاتا ہوں اور اگر وہ چلتے ہوئے میرے قرب میں پہنچنا چاہتا ہے تو میں دوڑتا ہوا اس کے پاس پہنچتا ہوں ۔(صحیح بخاری رقم الحدیث ۷۴۰۵) مقصود یہ ہے کہ بندہ قرب نوافل سے اللہ سبحانہ کا تقرب حاصل کرنے کیلئے جیسا کچھ مجاہدہ کرتا ہے حق سبحانہ اس کو قبول فرماتے ہیں اور بندے کی تھوڑی محنت کا صلہ اپنی شان کے مطابق عطا فرماتے ہیں ۔روزہ اور اعتکاف بھی ایک بندہ کو اللہ سبحانہ کے قرب خاص کا مستحق بناتے ہیں۔

اعتکاف کی عبادت روزہ کے بغیر ادا نہیں ہوتی جب کہ وہ اعتکاف اعتکافِ واجب جیسے نذر

کا اعتکاف اور رمضان پاک کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہو۔ البتہ نفل اعتکاف میں روزہ شرط نہیں ،اس لئے روزہ اور اعتکاف کی خاص جزا مقرر ہے،روزہ کے بارے میں حدیث قدسی ہے۔" الصوم لی وانا أجزی به" روزہ میرے لئے ہے میں ہی اس کا بدلہ دونگا۔حق سبحانہ جس عبادت کی جزاء عطا فرمائیں اس کے کیا کہنے اس جزاء کی قدرو قیمت محدود وفکر وفہم رکھنے والے بندہ کی بس میں کہاں۔وہ تو دینے والے کی عظیم ذات اپنی شان کے مطابق دے گی جو لا محدود عظمتوں کا مالک، جس کے خزانے لا محدود ،جس کی نوازشات وعطاؤں کی کوئی حد نہیں ۔اس کی دین بھی یقیناً بے حدوحساب۔

روزہ کی طرح اعتکاف کی جزاء بھی بڑی عظیم ہے ۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے ۔ اعتکاف عشر فی رمضان کحجتین وعمرتین ۔رمضان پاک کے آخری عشرہ کا ثواب دو حج اور دو عمروں کے مثل ہے۔(بیہقی)

اعتکاف قرب الٰہی کا باعث

بندہ مومن جب اللہ کے حضور نماز میں حاضر ہو کر اس سے صراط مستقیم طلب کرتا ہے" ہمیں سیدھا راستہ دکھا" تو اللہ رب العزت صراط مستقیم کے حصول کو دو شرائط" ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا،ان لوگوں کا نہیں جن پر غضب کیا گیا ہے اور اور نہ (ہی) گمراہوں کا" سے مشروط فرماتا ہے۔

گویا نیک بندوں کی صحبت میں آنا اور گمراہوں کی صحبت سے بچنا صراط مستقیم کے حصول اور اس پر قائم رہنے کے لیے ضروری ہے۔عام مومنین ہوں یا اللہ کے مقرب بندے اور اس کے انبیاءؑ جس نے جس قدر ان شرائط کو پورا کیا اس پر اللہ کے انعامات کی اسی قدر بارشیں ہوتی رہیں ۔قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ کے انہی مقرب بندوں کا ذکر موجود ہے۔جب اصحاب کہف نے دیکھا کہ اب معاشرے میں رہ کر اپنے دین کا تحفظ ممکن نہیں تو انہوں نے گھر بار چھوڑا اور غار کے سامنے آکر اللہ کے حضور وہی دعا کی جیسی ہم نماز میں کرتے ہیں" اے ہمارے رب ہمیں اپنی بارگاہ سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں راہ یابی (کے اسباب) مہیا

فرما‘‘اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا’’اور ہم نے ان کے لیے (نور) ہدایت میں اضافہ فرمادیا‘‘ اللہ نے نہ صرف ان کی ہدایت میں اضافہ فرمایا بلکہ انہیں تین سو نو سال کی عمر عطا فرمائی ۔ ان کے تذکرے کو قرآن کا حصہ بنا کر مستقل حیات عطا فرمادی۔

سیدنا زکریا علیہ السلام کی صحبت میں رہنے والی اللہ کی نیک بندی مریم علیہا السلام نے اپنی صحبت کو مکمل پاکیزہ کرلیا اور دنیا سے کٹ کر اللہ سے تعلق قائم کرلیا تو اللہ تعالی نے بند دروازوں کے اندر انہیں اپنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔

سیدنا یوسف علیہ السلام نے جب نیکی اور پاکیزگی پر استقامت دکھائی تو اللہ رب العزت نے بند دروازے کھول دیئے۔ یوسف علیہ السلام نے بھی اللہ کے حضور دعا کی ۔اللہ نے اپنے بندے کی دعا سن لی اور اسے بری صحبت سے نکال کر، قید خانے میں ڈال کر نبوت اور خوابوں کی تعبیریں عطا فرمائیں۔ الغرض موسیٰ علیہ السلام کو طور پر بلا کر چالیس دن اپنی بارگاہ میں عبادت و بندگی کے بعد انعامات کے دروازے کھولے اور کتاب عطا فرمائی۔

ہمارے آقا و مولی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حرا کی خلوتوں میں بلایا، دنیا و مافیہا سے بے نیاز کر کے’’اقرأ باسم ربک الذی خَلَقَ‘‘ کے ذریعے تاج ختم نبوت آپ کے سر پر رکھا۔ یہ رب العزت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احسان ہے کہ ہمیں صحبت الٰہی کے حصول کے لئے غاروں اور جنگلوں میں چھپ کر عبادتیں کرنے کی ضرورت نہیں۔ ماہ رمضان المبارک میں اللہ رب العزت ہمیں یہ نعمتیں بن مانگے عطا فرمادیتا ہے۔

پورا ماہ شیاطین کو جکڑ کر اپنی رحمتوں اور جنتوں کے دروازوں کو کھول کر بری صحبت سے بچاتا ہے اور خیر کی صحبت کا ماحول عطا فرماتا ہے۔ تیسرے عشرے میں اعتکاف کر کے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے لئے صراط مستقیم اور صحبت الٰہی کے حصول کو اور آسان کر دیا ہے۔ ان دس دنوں میں اگر کوئی حقیقی طور پر دنیا سے تعلق توڑ کر اللہ سے تعلق جوڑے تو اللہ رب العزت دنیا اور آخرت میں اپنی رضا اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار بھی عطا فرمادیتا ہے۔

جلوت میں خلوت: اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ بھیڑ

اور رش میں تنہا (اکیلا) رہے۔یعنی انسان انسانوں میں رہے لیکن اس کا دل اللہ کی یاد میں رہے۔ اللہ تعالی اپنے ایسے بندوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ہزار ہا معتکفین کے درمیان رہیں اور ان کے ساتھ سحری اور افطاری کریں لیکن ہزاروں میں یوں تنہا رہیں جیسے اربوں انسانوں میں ہر شخص تنہا زندگی گزارتا ہے۔

یہ اجتماعی اعتکاف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لئے توبہ، اِصلاحِ اَحوال اور قربتِ خداوندی کا ذریعہ ہے۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ جب سیدنا بلال اذان دیتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدل جاتا، گفتگو وہیں ترک فرما دیتے اور ایسے اظہار فرماتے جیسے ہمیں پہچانتے ہی نہ ہوں۔ہم بھی اگر سنت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے دس دن صرف ایک پہچان ہی رکھیں، سب سے کٹ کر اُسی کے ہو کر رہیں تو یقیناً اس کی رحمتوں کے دروازے ہم پر بھی کھلیں گے اور ہمیں اپنے کرم سے نوازے گا۔

اعتکاف کے مسائل: اِعتکاف کا مفہوم اعتکاف کے لغوی معنی اپنے آپ کو کسی شئے پر روکے رکھنے یا پابند کر لینے کے ہیں اور اصطلاحِ شریعت میں کسی کا مسجد کے اندر عبادت کی نیت سے مخصوص مدت کے لئے ٹھہرنا اعتکاف کہلاتا ہے۔اعتکاف کی نیت اعتکاف کی مسنون نیت یہ ہے۔نویت سنۃ الاعتکاف للہ تعالی ''میں اللہ کے لئے سنت اعتکاف کی نیت کرتا ہوں''

اعتکاف کی اقسام : اعتکاف کی تین اقسام ہیں۔١) واجب ۔ ٢) سنت موکدہ ۔ ٣) نفل

اعتکاف واجب: اگر کوئی شخص اعتکاف کی نذر مان لے مثلاً اگر کوئی کہے کہ اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں اللہ کی رضا کے لیے اتنے دن اعتکاف بیٹھوں گا۔

اب اعتکاف بیٹھنا اس پر واجب ہے، اس کی مدت جتنے دونوں کی نظر مانی ہے اتنے دن ہے۔ اگر مدت کا تعین نہیں تو ایک دن کا اعتکاف واجب ہوگا۔

سنت مؤکدہ : رمضان کے آخری عشرے کا

اعتکاف سنت مؤکدہ ہے۔ اس کی ابتداء بیس رمضان کی شام غروب آفتاب کے وقت سے ہوتی ہے اور عید کا چاند دیکھتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ چاند چاہے انتیس تاریخ کا ہو یا تیس کا دونوں صورتوں میں سنت ادا ہو جائے گی۔ یہ اعتکاف سنت موکدہ علی الکفایہ ہے۔ بستی کے کچھ لوگ ادا کر لیں تو سب کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔ نفلی اِعتکاف: واجب اور سنت کے علاوہ کسی بھی وقت مسجد میں اعتکاف کرنا نفلی اعتکاف کہلاتا ہے۔ اس کے لیے کوئی وقت، دن اور دورانیہ مخصوص نہیں۔ شرائط اِعتکاف: واجب اور سنت اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے۔

نفلی اعتکاف بغیر روزے کے بھی ممکن ہے۔ واجب اور سنت مؤکدہ اعتکاف میں بغیر ضروت کے اعتکاف گاہ یا مسجد سے باہر نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

دوران اعتکاف جائز امور:۔

نیک اور اچھی باتیں کرنا۔ قرآن شریف کی تلاوت کرنا۔ درود شریف پڑھتے رہنا۔ علوم دینیہ کا پڑھنا اور پڑھانا۔ وعظ و نصیحت کرنا اور سننا۔ شرکاء اعتکاف کی تربیت کرنا۔ رفع حاجت یا غسل واجب کے لیے اعتکاف گاہ سے باہر جانا۔ اعتکاف گاہ میں کھانا، پینا اور سونا۔ نماز جنازہ کے لیے جانا (پہلے سے نیت ہونا ضروری ہے)۔ معتکف کا کوئی ضرورت کی چیز خریدنا۔ نکاح کرنا بھی جائز ہے۔ مکروہات و مفسدات اعتکاف: بالکل خاموشی اختیار کرنا اور اسے عبادت سمجھنا، مثلا ذکر و نعت، قرآن مجید کی تلاوت اور دعوت و تبلیغ سے بھی اپنے آپ کو روک لینے کو عبادت اور کار ثواب سمجھنا مکروہ ہے۔

مسجد کے آداب کا خیال نہ رکھتے ہوئے کی جانے والی خرید و فروخت مکروہ ہے۔ لغویات و غیر شرعی گفتگو اور لڑائی جھگڑا مکروہ ہے۔ بلا عذر مسجد سے باہر نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ کسی عذر سے باہر نکل کر ضرورت سے زیادہ دیر ٹھہرنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

اجتماعی اعتکاف سے

متعلق چند مسائل

سنت اعتکاف کی نیت کرنے والے معتکفین اعتکاف گاہ کی حدود سے باہر نہ جائیں۔ نفلی اعتکاف کرنے والے اعتکاف گاہ سے باہر آنے جانے کو معمول نہ بنائیں۔ اعتکاف گاہ کی حدود میں بنیادی ضروریات مہیا کر دی گئی ہیں لیکن مختلف سٹالوں پر بلاوجہ بیٹھنے اور فضول گپ شپ لگانے سے اعتکاف کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ وضوء اور غسل کے لیے انتظامات وسیع ہیں لیکن رش کے اوقات میں بزرگوں کا خیال رکھنا رب کی رضاء اور خوشنودی کا باعث ہے۔

عام مشاہدہ یہ ہے دنیا کے کسی معاملہ کا نفع اتنا تو کیا اس کا دسواں حصہ بھی ملنے کا یقین نہیں بلکہ امکان کا انداز ہو تب تو انسان اپنا خون پسینہ ایک کرنے کیلئے تیار ہو جائے گا ، مادی امکانی نفع کیلئے یہ تگ ودو آسان ہو سکتی ہے لیکن روحانی واخروی نفع کی بات آئے تو کون ہے جو قربانی دینے اور نفس کو مشقت میں ڈالنے کیلئے تیار ہو گا ، ہاں وہ اللہ کے نیک بندے جن کو مادی نفع سے کہیں زیادہ اخروی نفع عزیز ہے اور جو ہر قیمت پر مادی نقصان کو غیر اہم اور اخروی نفع کو حد درجہ اہم جانتے ہیں وہ اس جیسے خیر کی طرف سبقت کرتے ہیں۔ اور جو اپنے مالک ومولیٰ کی مرضی میں اپنی مرضی کو ضم کر کے خواہشات نفس کو قدم قدم پر قربان کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ اعتکاف کے بے نہایت اجر وثواب کا کچھ اندازہ اس حدیث پاک سے بھی ہوتا ہے۔ ارشاد ہے۔ اللہ سبحانہ کیلئے ایک دن کا اعتکاف معتکف کو زمین وآسمان کے فاصلہ سے بھی تین گنا زیادہ مسافت تک جہنم کی آگ سے دور کر دیتا ہے۔

اللہ سبحانہ مجھے اور ساری امت مسلمہ کو اس پر ایقان عطا فرمائے اور عمل کی توفیق بخشے۔ آمین وصلی اللہ تعالی وسلم علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔

آخری عشرہ میں غفلت باعث تباہی

مولانا قاضی ناصرالدین صدیقی صاحب

دنیا کی کسی چیز کو قرار و ثبات نہیں۔ کلی کھلتی ہے، مسکراتی ہے، پھر مرجھا جاتی ہے۔ سورج طلوع ہوتا ہے، اپنے شباب پر آتا ہے، پھر ڈھلتا ہے اور غروب ہو جاتا ہے۔ رات کی تاریکی چھاتی ہے، تارے جھلملانے لگتے ہیں، پھر سورج کی کرنیں رات کی تاریکی کو سپیدہ سحر میں تبدیل کر دیتی ہیں۔ اسی طرح رمضان المبارک اپنی بے شمار نعمتوں اور برکتوں کے ساتھ ہم پر سایہ فگن ہوا، اپنے انوار و برکات میں ہمیں ڈھانپ لیا اور اب اس کی جدائی کا وقت آ گیا۔

رمضان ہمارے پاس چند دنوں کے لئے مہمان بن کر آیا، تا کہ وہ ہمارے ساتھ رہ کر ہمارے دل کا زنگ دھو دے اور اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت کا رنگ چڑھا دے۔ تقویٰ و خشیت کے بیج بوئے، نیک اعمال سے دل کی کھیتی کو سیراب کر دے، تا کہ ہم پاکیزہ و پرسکون زندگی گزار سکیں اور اللہ تعالی کی رضا و خوشنودی سے سرفراز ہوں۔ ہم نے اس مہمان کا استقبال کیا، اس کی خاطر و مدارات کی۔ پھر جوں جوں دن گزرے ہمارے دل سے اس مہمان کی تعظیم و تکریم کم ہوتی چلی گئی اور آخری دہے میں تو خرید و فروخت اور دیگر فضولیات میں منہمک ہو کر اپنے مہمان کو تنہا چھوڑ دیا۔ جب کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کا نہ صرف حد درجہ اہتمام فرمایا، بلکہ اپنی ساری امت کو بھی اس کی قدر کرنے اور اس ماہ مبارک میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے کی تلقین فرمائی۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان کی آمد ہوتی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آپ نمازوں کی کثرت فرماتے۔ عاجزی اور آہ

زاری سے دعائیں کرتے اور خوف کے آثار ظاہر رہتے۔(بیہقی)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقفہ وقفہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی رمضان المبارک سے بھرپور استفادہ کی تلقین فرماتے اور اس میں سستی، لاپرواہی اور غفلت سے متنبہ فرماتے۔ چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا(جب کہ رمضان شروع ہو چکا تھا)''برکت والا مہینہ تمہارے پاس آچکا ہے۔ اس نے تم کو اپنی رحمتوں میں ڈھانپ لیا ہے، اس میں رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں، دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس ماہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے عمل (کارخیر میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے) کو دیکھتا ہے اور تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔ پس تم اللہ تعالیٰ کو اپنی طرف سے کارخیر کر کے بتاؤ۔ یقیناً بدبخت ہے وہ شخص، جو اس ماہ مبارک میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جائے''۔(طبرانی)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی آمد کے ساتھ ہی کمر ہمت کس لیتے اور رمضان المبارک کے ختم ہونے تک کم سے کم آرام فرماتے اور آخری دہے میں اہل وعیال سے الگ ہو کر اعتکاف میں مشغول ہو جاتے۔(رواہ ابن خزیمہ۔احمد)

رمضان المبارک میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات وتعلیمات کو تو ہم نے پڑھا، لیکن ہم اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں کہ کس طرح ہم رمضان المبارک کے آخری دہے میں غفلت ولاپرواہی کا شکار ہو گئے، حتی کہ تراویح میں ایک قرآن پاک سن کر نماز تراویح کو بھی خیر باد کہہ دیتے ہیں اور خواتین اپنا یہ قیمتی وقت خرید وفروخت میں گزار دیتی ہیں۔ ان کو نہ فرض نمازوں کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ نماز تراویح کے اہتمام کا خیال۔ انھیں اس بات کی بھی فکر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع ہو کر اپنے گناہوں اور خطاؤں کی بخشش ومغفرت طلب کریں۔ جب کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بازار کو سب سے بدترین مقام قرار دیا ہے اور حتی الامکان بازاروں میں گھومنے پھرنے سے منع فرمایا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ''تم راستوں پر بیٹھنے سے بچو'' (اور اگر بیٹھتے ہو تو راستے کا حق ادا کرو) یعنی ''نگاہوں کو نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیز کو دور کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا''۔ (بخاری و مسلم)

عید کی خوشی اور اس کی تیاری کرنا، نئے لباس پہننا، زینت کا اظہار کرنا، درحقیقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے، لیکن خرید و فروخت میں مصروف ہو کر فرائض کو ترک کرنا اور اپنے لئے بخشش و مغفرت طلب کرنے کی بجائے غفلت اور لاپرواہی میں وقت گزارنا، کس قدر نامعقول بات ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ عید کی تیاری رمضان المبارک سے قبل کر لی جائے، تاکہ یکسوئی سے ماہ رمضان میں عبادتیں کی جائیں اور اگر کچھ ضروری چیز رہ گئی ہو تو اس کی خریداری بقدر ضرورت کر لی جائے۔

بازاروں کی صورت حال کچھ ایسی ہے کہ جوان لڑکیاں سرپرستوں کے بغیر عید کی شاپنگ کے نام پر نکلتی ہیں، بازاروں میں گھنٹوں اپنا وقت صرف کرتی ہیں، دوکان میں کام کرنے والے لڑکوں سے بے جا گفتگو کرتی ہیں، علاوہ ازیں جوشر پسند نوجوان لڑکے بُری نیت سے بازاروں میں گھومتے ہیں، رمضان کی مبارک ساعتوں میں رحمت الٰہی کے حقدار ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق ہوتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور تین مرتبہ آپ نے آمین کہا۔ صحابہ کرام کے استفسار پر آپ نے فرمایا کہ ''جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا جو شخص رمضان کو پائے اور اس کی بخشش نہ ہو تو وہ آگ میں گیا (یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیا)۔ میں نے آمین کہا۔ انھوں نے کہا جو شخص اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے کسی ایک کو پائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک نہ کرے اور انتقال کر جائے تو وہ آگ میں گیا اور اللہ نے اس کو (اپنی رحمت سے) دور کر دیا۔ میں نے کہا آمین۔

پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا جس شخص کے پاس میرا (یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کا) ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے اور انتقال کر جائے تو وہ آگ میں گیا اور اللہ نے اس کو (اپنی رحمت سے) دور کر دیا۔ (اس پر بھی) میں نے آمین کہا"۔ (ابن حبان)

رمضان المبارک میں رحمت الٰہی جوش میں ہوتی ہے، مغفرت کے پروانے بٹتے ہیں، دعائیں قبول ہوتی ہیں، مانگنے والے محروم نہیں ہوتے، مرادیں برآتی ہیں۔

دربارِ الٰہی سے ہاتھ محروم نہیں لوٹائے جاتے۔ ایسے مبارک مہینہ کو ضائع کرنا اور اس سے کما حقہ استفادہ نہ کرنا کم نصیبی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان المبارک کی خصوصی رحمتوں سے سرفراز فرمائے اور اس کے ماباقی لمحات کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور آخری عشرہ میں ہمیں کثرت سے توبہ واستغفار کرنے کی توفیق عنایت فرمائے جو دوزخ سے خلاصی کا عشرہ ہے۔ اللہ تعالی ہمارے روزوں اور تراویحوں کو قبول فرمائے ۔(آمین)

پورا ماہ شیاطین کو جکڑ کر اپنی رحمتوں اور جنتوں کے دروازوں کو کھول کر بری صحبت سے بچاتا ہے اور خیر کی صحبت کا ماحول عطا فرماتا ہے۔ تیسرے عشرے میں اعتکاف کر کے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے لئے صراط مستقیم اور صحبت الٰہی کے حصول کو اور آسان کر دیا ہے۔

عیدالفطر کے احکام ومسائل

مولانا سید عزیز اللہ قادری صاحب

اسلامی مہینوں کا آغاز چاند کی رویت پر مبنی ہے، یعنی چاند کے نظر آنے پر مہینہ ۲۹ دن ورنہ ۳۰ دن کا شمار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزہ کے متعلق امت مسلمہ کو حکم دیا: ''میں سے جو شخص ماہ رمضان کو پالے اس پر لازم ہے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے۔ لہذا ماہِ رمضان و دیگر مہینوں کی ابتداء اور ان کے اختتام کو احادیث نبویہ کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں: ☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی عید کے لئے افطار کرو۔ (بخاری)

عیدالفطر کی رات میں بھی عبادت کرنی چاہئے: ☆

عید الفطر کی شب میں عبادت کرنا مستحب ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کے متعلق میری امت کو خاص طور پر پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ کیا یہ شبِ مغفرت شبِ قدر ہی تو نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کا کام ختم ہوتے ہی اسے مزدوری دے دی جاتی ہے۔ (مسند احمد، بزار، بیہقی، ابن حبان) معلوم ہوا کہ عید کی رات میں بھی ہمیں عبادت کرنی چاہئے اور اِس بابرکت رات میں خرافات میں لگنے اور بازاروں میں گھومنے کے بجائے عشاء اور فجر کی نمازوں کی وقت پر ادائیگی کرنی چاہئے، نیز تلاوتِ قرآن، ذکر واذکار اور دعاؤں میں اپنے آپ کو مشغول رکھنا چاہئے یا کم از کم نمازِ عشاء اور نماز فجر جماعت کے ساتھ ادا کریں۔

" عید اس آدمی کے لئے نہیں ہے جو نئے کپڑے پہنے بلکہ اس کے لئے ہے جو عید سے امن میں (یعنی برے کاموں سے بچتا رہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی

رحمت و مغفرت کا مستحق ہوا اور اس کے عتاب سے امن میں رہے) عید اس آدمی کے لئے نہیں ہے جو عود کی خوشبو سے معطر ہو بلکہ اس کے لئے ہے جو توبہ کرنے والا ہو کہ پھر گناہ نہ کرے عید اس آدمی کے لئے نہیں ہے جو آرائش دنیا کی زینت اختیار کرے بلکہ اس کے لئے ہے جو تقوی (پرہیز گاری) کو آخرت کے لئے زاد راہ بنائے۔ عید اس آدمی کے لئے نہیں ہے جو سواریوں پر سوار ہو بلکہ اس کے لئے ہے جو گناہوں کو ترک کرے۔ اور عید اس آدمی کے لئے نہیں جو (آرائش و زیبائش کے) فرش بچھائے بلکہ اس کے لئے ہے جو پل صراط سے گذر جائے گا"۔

عید الفطر کے بعض مسائل اور احکام

اور احکام :۔اسلام نے عید الفطر کے موقع پر شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے مل جل کر خوشیاں منانے کی اجازت دی ہے۔ احادیث میں وارد ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں دیکھا کہ لوگ دو دنوں کو تہوار کے طور پر مناتے ہیں۔ آپ ﷺ نے جب اہل مدینہ سے دریافت کیا کہ یہ دو دن کیسے ہیں جن میں وہ کھیل کود میں مشغول رہتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں، تو انصار نے جواب دیا کہ ہم لوگ زمانۂ قدیم سے ان دونوں دنوں میں خوشیاں مناتے چلے آرہے ہیں۔ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان دو دنوں سے بہتر دو دن مقرر فرمائے ہیں، ایک عید الفطر اور دوسرا عید الاضحیٰ۔ (ابوداود) ☆ عید الفطر کے دن روزہ رکھنا حرام ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کے ارشادات میں وارد ہوا ہے۔

☆ عید کے دن غسل کرنا، مسواک کرنا، حسب استطاعت عمدہ کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، صبح ہونے کے بعد عید کی نماز سے پہلے کھجور یا کوئی میٹھی چیز کھانا، عید کی نماز کیلئے جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا، ایک راستہ سے عید گاہ جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا، نماز کے لئے جاتے ہوئے تکبیر کہنا یہ سب عید کی سنتوں میں سے ہیں۔

☆ حضور اکرم ﷺ عید الفطر میں نماز سے پہلے کچھ کھا کر جاتے تھے اور عید الاضحیٰ میں بغیر کھائے جاتے تھے۔ (ترمذی) ☆ عید الفطر کے روز نماز عید سے قبل نماز اشراق نہ پڑھیں۔ (بخاری

ومسلم)☆ عید الفطر کے دن دو رکعت نماز جماعت کے ساتھ بطور شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔☆ عید الفطر کی نماز کا وقت طلوعِ آفتاب کے بعد سے شروع ہوجاتا ہے۔☆ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز میں زائد تکبیریں بھی کہی جاتی ہیں جنکی تعداد میں فقہاء کا اختلاف ہے، البتہ زائد تکبیروں کے کم یا زیادہ ہونے کی صورت میں امت مسلمہ نماز کے صحیح ہونے پر متفق ہے۔۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے مشہور فقیہ ومحدث حضرت امام ابوحنیفہؒ نے ۶ زائد تکبیروں کے قول کو اختیار کیا ہے، جس کے متعدد دلائل میں سے تین دلائل پیش خدمت ہیں:

☆ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں کتنی تکبیریں کہتے تھے؟ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: چار تکبیریں کہتے تھے جنازہ کی تکبیروں کی طرح۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی تصدیق کرتے ہوئے) کہا کہ انہوں نے سچ کہا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب میں بصرہ میں گورنر تھا تو وہاں بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ (سنن ابی داؤد۔باب التکبیر فی العیدین، السنن الکبری للبیہقی۔باب فی ذکر الخبر الذی قد روی فی التکبیر اربعاً)

☆ احادیث کی متعدد کتابوں میں جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے عیدین کی چار تکبیریں (پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ اور دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر کے ساتھ) منقول ہیں۔

یاد رکھیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے خصوصی شاگرد ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ ہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرآن وحدیث فہمی کے حقیقی وارث بنے۔

☆ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تکبیراتِ جنازہ کی تعداد میں اختلاف ہوا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد

خلافت میں حضرات صحابۂ کرام نے باہمی غور وخوض کے بعد اس امر پر اتفاق کیا کہ جنازہ کی بھی چار تکبیریں ہیں نماز عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کی چار تکبیروں کی طرح (پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ اور دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر کے ساتھ)۔ (طحاوی۔ التکبیر علی الجنائز کم ہو؟) غرضیکہ عہد فاروقی میں اختلافی مسئلہ "تکبیراتِ جنازہ" کو طے شدہ مسئلہ "تکبیراتِ عید" کے مشابہ قرار دے کر چار کی تعیین کر دی گئی۔

☆ عید کی نماز کے بعد امام کا خطبہ پڑھنا سنت ہے، خطبہ شروع ہو جائے تو خاموش بیٹھ کر اُس کا سننا واجب ہے۔ جو لوگ خطبہ کے دوران بات چیت کرتے رہتے ہیں یا خطبہ چھوڑ کر چلے جاتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں۔

شوال کے ٦ روزے:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اُس کے بعد چھ دن شوال کے روزے رکھے تو وہ ایسا ہے گویا اُس نے سال بھر روزے رکھے۔ (صحیح مسلم) رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو بشارت دی ہے کہ ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے والا اس قدر اجر وثواب کا حقدار ہوتا ہے کہ گویا اس نے پورے سال روزے رکھے، اللہ تعالیٰ کے کریمانہ قانون کے مطابق ایک نیکی کا ثواب کم از کم دس گنا ملتا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: جو شخص ایک نیکی لے کر آئے گا اس کو دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ (سورۃ الانعام) تو اس طرح جب کوئی ماہ رمضان کے روزے رکھے گا تو دس مہینوں کے روزوں کا ثواب ملے گا اور جب شوال کے چھ روزے رکھے گا تو ٦٠ دنوں کے روزوں کا ثواب ملے گا تو اس طرح مل کر بارہ مہینوں یعنی ایک سال کے برابر ثواب ہو جائے گا۔

مذکورہ فضیلت کے علاوہ علماء کرام نے تحریر کیا ہے کہ رمضان المبارک کے روزوں میں جو

کوتاہیاں سرزد ہو جاتی ہیں، شوال کے ان چھ روزوں سے اللہ تعالیٰ اس کوتاہی اور کمی کو دور فرما دیتے ہیں۔

اس طرح ان چھ روزوں کی رمضان کے فرض روزوں سے وہی نسبت ہوگی جو سنن ونوافل کی فرض نمازوں کے ساتھ ہے کہ اللہ تعالیٰ سنن ونوافل کے ذریعہ فرض نمازوں کی کوتاہیوں کو پورا فرما دیتا ہے جیسا کہ واضح طور پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

شوال کے ٦ روزے مسلسل رکھنا ضروری نہیں ہیں: احادیث میں چھ روزے مسلسل رکھنے کا ذکر نہیں ہے، لہذا یہ چھ روزے ماہ شوال میں عید الفطر کے بعد لگاتار بھی رکھے جاسکتے ہیں اور بیچ میں ناغہ کر کے بھی۔ غرضیکہ رمضان کے فوراً بعد یا لگاتار رکھنا کوئی شرط نہیں ہے، ماہ شوال میں کبھی بھی مسلسل یا بیچ میں ناغہ کر کے ٦ روزے رکھنے سے یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے اور کبھی پورے دن اور رات یعنی چوبیس گھنٹے کا روزہ تھا، اس طرح کہ رات کو سو گئے تو روزہ شروع ہو گیا، دوسرے دن بھی کچھ کھا پی نہیں سکتے تھے۔ شریعت محمدی میں بھی ابتداء اسی طرح کا روزہ فرض تھا، لیکن بعد میں روزے کی موجودہ مدت مقرر کردی گئی۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

”رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے، جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔

روزہ انسانی تربیت کا مؤثر ذریعہ

تربیت نفس کا یک ماہی کورس
(One month training course) اب شروع ہونے والا ہے۔ یعنی ماہِ رمضان المبارک آنے والا ہے۔ اب ہمارے جسم کی بے بسی دیکھنے کے قابل ہوگی۔ صبح سے شام تک یہ دانہ پانی مانگتا رہے گا اور ہم اس کو اناج کا ایک دانہ اور پانی کی ایک بوند بھی نہیں دیں گے۔ گرمی کی سخت تپش سے بے تاب ہوکر یہ پانی مانگے گا اور ہم صبر کا کوڑا لگا کر روک لیں گے، یہ بھوک سے بلبلا کر کھانے کی طرف دوڑے گا اور ہم اسے کھانا تو درکنار کھانے کو ہاتھ بھی لگانے نہیں دیں گے۔

حتیٰ کہ شام ہوجائے گی اور وقتِ افطار آجائے گا، پابندیوں کے سارے بندھن کھل جائیں گے، پھر یہ جو جائز کھائے گا کھلائیں گے۔

جو پیئے گا پلائیں گے۔ پھر وقتِ عشا آئے گا اور ہم اپنے جسم کو کھینچ کر اللہ رب العزت کے گھر مسجد لے جائیں گے۔ عام دنوں میں یہ نماز کی چند رکعتیں بھی پڑھنے سے جان چراتا تھا، اب ہم اسے فرض کے ساتھ واجب وسنتوں کے ساتھ نماز تراویح کی مزید بیس رکعتیں بھی پڑھوائیں گے۔ اور عام دنوں کی طرح ہر رکعت میں من چاہی چھوٹی چھوٹی سورتیں نہیں بلکہ قرآن مجید کے پورے پورے رکوع، سورتیں، پورے کے پورے پارے خاموشی کے ساتھ ہاتھ باندھے کھڑے ہوکر سنتے رہیں گے۔ غرض ہمارے صبح وشام کی مصروفیتوں کا رنگ بدل

جائے گا، سوچوں کے دھارے، افکارو نظریات کے زاویے یکا یک مذہبی ہوجائیں گےانشاء - اللہ تعالیٰ!

۲ھ میں روزہ کی فرضیت ہوئی۔ روزے کی فرضیت قرآن پاک سے ثابت ہے۔یا اَیُّہَا الَّذِینَ اٰمَنُو کُتِبَ عَلَیکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِینَ مِن قَبلِکُم لَعَلَّکُم تَتَّقُون (ترجمہ: اے ایمان والو!فرض کیے گئے ہیں تم پر روزے جیسے فرض کیے گئے تھے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پر ہیزگار بن جاؤ۔القرآن، البقرہ)

روزے کو عربی میں صوم کہتے ہیں۔شرع میں صوم کے معنی صبح صادق سے غروب آفتاب تک نیت کے ساتھ خالص اللہ کے لئے کھانے پینے اور دیگر ممنوعات شرعیہ سے رکنے کے ہیں۔ رمضان المبارک خدائے تعالیٰ کا مہینہ ہے، یہ تمام مہینوں سے افضل ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے۔صحیح بخاری ومسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں :جب رمضان آتا ہے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔اورامام احمد وترمذی وابن ماجہ کی روایت میں آیا ہے، جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کرلئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔صحیحین، سنن وترمذی، نسائی، ابن خزیمہ میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں ایک دروازہ کا نام ریّان ہے اس دروازے سے وہی جائیں گے جو روزہ رکھتے ہیں۔(بہارشریعت)

رحمتوں و برکتوں والا مہینہ رمضان المبارک:۔

شیخ محقق حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں :اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان المبارک کی برکت سے اللہ بندوں میں نیکی کی رغبت ہوجاتی ہے اور اعمال صالحہ ہوں گے تو خود بخود شیاطین بندھ جائیں گے اور برائی کم ہوگی تو خود بخود جہنم کا دروازہ بند ہوجائے گا اور جنت کا دروازہ کھل جائے گا۔ رمضان المبارک خدائی رحمتوں اور عنایتوں کا خاص مہینہ ہے، اس کا بنیادی عمل روزہ ہے جو ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے مگر جو بیمار ہیں یا سفر میں ہیں یا جن کو کوئی شرعی عذر لاحق ہے، ان کو مہلت دی گئی ہے۔تفصیل کے لئے فقہ کی کتابیں (قانونِ شریعت، بہار شریعت جلد ۵ کا مطالعہ فرمائیں)۔

رمضان المبارک آخرت کی کمائی اور نیکیوں کی ذخیرہ اندوزی (Stock) کرنے کا خاص مہینہ ہے۔ رمضان اتنا پیارا مہینہ ہے جس کے استقبال کے لئے آسمان پر تیاریاں ہوتی ہیں اور جنت روزہ داروں کے لئے سجائی جاتی ہے۔اس ماہ مبارک کے بے شمار فضائل ہیں۔ اس ماہِ مبارک میں قرآن مجید لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اتارا گیا۔ اسی مہینے میں لیلۃ القدر ہے جس کی عبادت ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ ہزار مہینے ۸۳ سال ۴ مہینے بنتے ہیں۔ عام طور پر ایک انسان کو اتنی عمر بھی نہیں ملتی۔ یہ امتِ مسلمہ پر اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے اتنی فضیلتوں والی رات عطا کی۔ رمضان میں اللہ تعالیٰ ہر رات میں اپنے بندوں کو جہنم سے آزادی عطا فرماتا ہے۔اس ماہ میں عمرہ کرنے سے حج کے برابر ثواب ملتا ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ اس مہینے میں مومن کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ رمضان المبارک میں روزہ رکھنے سے تزکیہ نفس ہوتا ہے۔

روزہ امنِ عام

:۔ جو شخص روزہ سے ہو تو جنسی باتیں نہ کرے (حدیث، بخاری جلد اول، صفحہ ۵۵۲)۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کا منشا انسانی اخلاق کی اعلیٰ تربیت (Training) ہے اور اس کا مقصد انسانی معاشرہ میں امن کا قیام ہے۔

روزہ دار کو حقیقت میں اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا ہے۔ شہوت وغضب (غصہ) کو اپنے قابو میں رکھے تاکہ معاشرہ میں امن وسکون قائم رہے اور روزہ کا مقصد بھی یہی ہے کہ انسان صبر کا پیکر بن جائے۔ صبر یہ ہے کہ بدلے کی طاقت کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے لوگوں کی تکلیفوں کو برداشت کیا جائے اور ان کی جفاؤں کو سہا جائے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو شخص برا بھلا کہنے کی قدرت کے باوجود غصے کو پی جاتا ہے (یعنی صبر کرتا ہے) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو تمام مخلوق کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ وہ حوروں میں جس کو چاہے خود لے لے۔

روزہ کے طبّی فوائد:۔

روزہ صرف گناہوں سے بچنے کا ہی طریقہ نہیں ہے بلکہ بدن میں ہونے والی بیماریوں سے بچنے کا طریقہ بھی ہے۔ حکیم جالینوس نے مریضوں کو بھوک کم لگنے کی شکایت پر انہیں حکم دیا کہ جب تک زور کی بھوک نہ لگے اور خوب کھانے کی خواہش نہ ہو کھانا نہ کھائیں۔ ان مریضوں نے ایسا ہی کیا۔ حیرت انگیز طور پر ان کی بھوک پلٹ آئی۔

سچی بات تو یہ ہے کہ زیادہ تر بیماریاں زیادہ کھانے، دیر ہضم، بادی غذاؤں کا ہمیشہ استعمال کرنا، کھانا پیٹ بھر کر بلکہ جی بھر کھانا بدن میں زہریلے مادے پیدا کرتا ہے، کچڑا اور تیزابیت پیدا کرتا ہے۔ ان سب غیر ضروری چیزوں کو طبِ یونانی میں اختلاط فاسدہ کہتے ہیں۔

اور اختلاطِ فاسدہ ہی بیماریوں کی جڑ ہے اور اختلاطِ فاسدہ کو بدن سے نکالنا

بیماریوں کا علاج ہے اور روزہ (جو کہ عبادتِ الٰہی بھی ہے) اس کا بہتر علاج ہے۔ ہم تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ رمضان کا استقبال واحترام کریں، اس کی عظمت، اس کی فضیلت اور اس کے سبھی مقصد اور اس کے پیغام کو اپنے ذہن ودل میں بسا لیں اور اس کی برکات و رحمت سے بھرپور فائدہ اٹھائیں اور اس بات کا مضبوط ارادہ کریں کہ ہم اس ماہِ مبارک میں اپنے اندر صبر وتقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کریں گے جو روزہ کا مقصد اور نچوڑ ہے۔ جو لوگ حرام کا ارتکاب کر کے اللہ کی غیرت کو چیلنج کررہے ہیں، بدکاری، شراب نوشی، ناجائز کاروبار، سودی لین دین جیسے گناہ میں ملوث ہیں وہ توبہ کریں اور عزم کریں وہ ان جرائم سے بالکل دور ہو جائیں گے اور پھر عمر بھر ان کے قریب نہ ہوں گے۔

اس ماہِ مبارک میں ہم اپنی زندگی، صحت اور جوانی کو غنیمت جانیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، قرا?ن کریم کی تلاوت کریں، پنج وقتہ نمازوں بالخصوص نماز فجر با جماعت اپنے اوپر لازم کرلیں۔ جن پر زکوٰۃ اور حج فرض ہے اور اس کی ادائیگی میں کوتاہی کررہے ہیں وہ جلد توبہ کریں، حج ادا کریں اور اللہ کے دیئے مال سے زکو? ادا کریں، غریبوں مسکینوں کا حق ادا کریں۔

روزہ کا اجر:۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نیک عمل جسے آدمی کرتا ہے، اس کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک ہے مگر روزہ کا ثواب اس سے بھی زیادہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور اس کا اجر میں خود دوں گا۔ آدمی خواہشِ نفس اور کھانا پینا میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے۔ اور روزہ

ڈھال ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشی ہیں۔ ایک افطار کے وقت اور دوسری قیامت کے دن (بخاری، کتاب الصوم حدیث نمبر ۱۹۰۴، مسلم: الصیام حدیث نمبر ۱۵۱۱)۔

اللہ سے دعا ہے کہ روزہ کی حقیقت کو ہم تمام مسلمان سمجھیں اور دل جمعی کے ساتھ عبادت کریں۔ اللہ ہم سب کو ہمت وقوت عطا فرمائے اور عمل کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ آمین

سرکش شیاطین کی قید وبند :۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات کو قید کر دیا جاتا ہے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں پھر اس کا کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر اس کا کوئی دروازہ بند نہیں رہتا اور اعلان کرنے والا فرشتہ یہ اعلان کرتا ہے کہ اے بھلائی (یعنی نیکی وثواب) کے طلب گار! اللہ کی طرف متوجہ ہو جا اور اے برائی کا ارادہ رکھنے والے برائی سے باز آ جا کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو آگ سے آزاد کرتا ہے یعنی اللہ رب العزت اس ماہ مبارک کے وسیلے میں بہت لوگوں کو دوزخ کی آگ سے آزاد کرتا ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ تو بھی ان لوگوں میں شامل ہو جائے۔ اور یہ اعلان رمضان کی ہر رات میں ہوتا ہے۔ (ترمذی ابن ماجہ، امام احمد نے بھی اس روایت کو ایک شخص سے نقل کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

ماہ رمضان کے شروع ہوتے ہی شیاطین کو

اس لئے قید کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ روزہ داروں کو نہ بہکائیں اور ان کے دلوں وسوسوں اور گندے خیالات کا بیج نہ بوئیں چنانچہ اس بات کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے ماہ رمضان میں اکثر گناہ گار گناہوں سے بچتے ہیں اور اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں البتہ بعض بد بخت ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس ماہ مبارک میں بھی گناہ و معصیت سے باز نہیں آتے تو اس کی وجہ وہ اثرات ہوتے ہیں جو رمضان سے قبل ایام میں شیطان کے بہکانے کی وجہ سے ان کے طبائع بد میں راسخ ہو جاتے ہیں یعنی چونکہ ان کے ذہن و فکر اور ان کی عملی قوت پہلے ہی سے شیطان کے زیر اثر ہوتی ہے اور ان کا نفس اس کا عادی ہو چکا ہوتا ہے اس لئے ایسے لوگ اپنی عادت سے مجبور ہو کر رمضان میں بھی گناہ و معصیت سے نہیں بچ پاتے۔

اللہ کی طرف متوجہ ہو جا۔ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی بندگی اس کی عبادت اور اس کی رضا و خوشنودی کے کامون میں زیادہ سے زیادہ مشغول رہنے کی کوشش کر کیونکہ یہ وقت ایسا ہے کہ اگر تھوڑا بھی نیک عمل کیا جائے گا تو اس کا ثواب ملے گا اور معمولی درجہ کی نیکی بھی سعادت و نیک بختی کے اونچے درجے پر پہنچائے گی۔

اسی طرح برائی سے باز آ جا۔ کا مطلب یہ ہے کہ گناہ و معصیت کے راستے کو چھوڑ دے، نیکی و بہتری کی راہ اپنا لے اپنے کئے ہوئے گناہوں سے توبہ کر اور اللہ کی طرف اپنی توجہ لگا دے کیونکہ قبولیت دعا اور مغفرت کا یہ بہترین وقت ہے۔

مبارک ماہ رمضان کو ضائع نہ کریں

رمضان المبارک رحمتوں ، برکتوں اورنزول قرآن کا مہینہ ہے۔ اس میں لیلۃ القدر آتی ہے۔ یہ شہراللہ(اللہ کا مہینہ) ہے۔ اس کا پہلاعشرہ رحمت ، درمیانی مغفرت اور آخری عشرہ جہنم سے آزادی کا ہے، یہ نیکیوں کے موسم بہار اور برائیوں کے موسم خزاں کا مہینہ ہے، یہ رب کی خوشنودی اور جنت کے حصول کا مہینہ ہے، یہ غلبہ اسلام کا مہینہ ہے اس میں غزوۂ بدر، فتح مکہ ہوا۔

رمضان کی عظمت کی قرآن میں:۔

قرآن کریم میں رمضان کی عظمت واہمیت کے چار اسباب بیان ہوئے ہیں:ا۔ نزول قرآن: یعنی اس میں قرآن پاک نازل ہوا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے(شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس و بینات من الھدی و الفرقان) (البقرہ) ترجمہ: رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو ساری دنیا کے لیے ہدایت ہے ،راہ حق دکھانے والی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے، حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی کتاب ہے۔رمضان کی عظمت وفضیلت کی یہ بہت بڑی دلیل ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی آخری کتاب نازل فرمائی ،یہ عالمگیر اور ہمہ گیر ہدایت ہے، اس کی ہدایت قیامت تک اور زندگی کے تمام شعبوں کے لیے ہے، یہ کتاب عقائد ، عبادات، معیشت اور معاشرت میں ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

اس کے ذریعے انسانوں کو نظریہ اور نصب العین ملا، زندگی کے اصول ملے،توحید کا پیغام

ملا، اتحاد واتفاق کا درس ملا، آزادی کی تعلیمات ملیں ، رب کی خوشنودی کا راستہ ملااور روشنی ملی۔ یہ کتاب تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے جاتی ہے، ہدایت سے نوازتی ہے، اگر انسان ہدایت سے محروم ہوتا تو کائنات تمام تر حسن و جمال، سورج کی روشنی، چاند کی چاندنی ، پھولوں کی مہک، سمندروں کی روانی کے باوجود بے رونق ہوتی ۔ یہاں جنگل کا قانون ہوتا، فتنہ وفساد، قتل وغارت گری، بے چینی و اضطراب ہوتا۔ صرف قرآن ہی نہیں بلکہ تمام آسمانی کتابیں اسی مہینے میں نازل کی گئیں۔

۲۔رمضان کی عظمت کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں لیلۃ القدر آتی ہے،قران رمضان میں ''لیلۃ القدر'' کی رات نازل ہونا شروع ہوا، یہ عظیم رات ہے،اس رات جبریل امین اور فرشتے سلامتی لے کر زمین پر اترتے ہیں، یہ رات سراسر سلامتی والی ہے، یہ سلامتی صبح تک رہتی ہے۔ اس رات ہدایت کا نور چمکا، نئی شریعت کا آغاز ہوااور دین کا بنیادی پتھر نصب ہوا۔ حدیث پاک میں ہے ''لیلۃ القدر'' کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔

جواس سے محروم رہا وہ خیر سے محروم رہا، وہ اللہ کی رحمت سے محروم رہا، اس کی خیر و برکت سے بد بخت محروم ہو سکتا ہے۔(ابن ماجہ)

۳۔فرضیت صوم: اللہ تعالیٰ نے رمضان جیسی اہم عبادت کے لیے اس مہینے کو مقرر کیا، مسلمانوں پر اس مہینے کے روزے فرض کیے گئے۔ارشاد ربانی ہے: پس جو آدمی تم میں اس مہینے کو پائے اس پر لازم ہے کہ وہ اس پورے مہینے میں روزے رکھے(البقرہ)

قبولیت دعا:۔ یہ قبولیت دعا کا مہینہ ہے، قرآن میں ''دعا'' کا حکم روزے کے احکام کے درمیان میں بیان ہوا ہے، فرمایا: جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو انہیں بتا دیں کہ میں ان کے قریب ہوں، میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں لوگوں کو چاہیئے مجھے پکاریں، مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت یافتہ ہو

جائیں (البقرہ)روزے دار،مظلوم اور والدین کی دعارد نہیں ہوتی۔

رمضان کی فضیلت حدیث میں:۔ آپ ﷺ نے اپنے بہت سے ارشادات میں رمضان کی عظمت ، برکت اور فضیلت کو بیان فرمایا۔آپ ﷺ نے فرمایا: جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش الٰہی کے نیچے سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں جس کی وجہ سے درختوں کے پتے حرکت کرتے ہیں،ٹہنیاں جھومتیں ہیں، ان سے خوبصورت آواز پیدا ہوتی ہے اس آواز کوسن کر جنت کی حوریں نمودار ہوتی ہیں اور پکار پکار کرکہتیں ہیں’’کیا اللہ کی خاطر ان کوکوئی نکاح کا پیغام دینے والا ہے؟ پھر جنت کی حوریں دربان جنت سے پوچھتی ہیں’’اے رضوان جنت‘‘ یہ کون سی رات ہے؟ جواب ملتا ہے کہ’’یہ رمضان کی پہلی رات ہے، اس میں امت محمد یہ کے’’روزہ داروں‘‘ کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے گئے ہیں،جہنم کے دروازے بند کر دیے گئے ،جبریل امین سے کہا جاتا ہے!زمین پر جاکرسرکش شیاطین کو جکڑ کر سمندر میں پھینک دوتا کہ وہ امت محمد یہ کے روزہ داروں کو فساد میں نہ ڈال سکیں۔

اس مہینے میں جنت کوسجایا جاتا ہے،رحمت اور جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں،جہنم اور عذاب کے دروازے بند ہو جاتے ہیں، شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں،نیکیوں کے لیے میدان صاف، راستہ ہموار، برائی کا راستہ دشواراور مشکل ہوجاتا ہے۔نیکیوں کے لیے دل کی زمین نرم ہوجاتی ہے،قدم قدم پر نیکی کے داعی خدا کی رحمت اور جنت کی طرف پکارتے ہیں، برائی کے داعی سر چھپاتے پھرتے ہیں،تا کہ اہل ایمان بغیرکسی رکاوٹ کے جنت کی طرف بڑھتے چلے جائیں۔

آپ ﷺ نے اس ماہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:اے لوگو!ایک بہت با برکت مہینہ آنے والا ہے اس میں’’ لیلۃ القدر‘‘ ہے۔آپ ﷺ نے اس کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ابر کا مطلب ہے کہ

تھوڑی چیز کا زیادہ ہونا۔ رمضان کی روحانی برکتیں بھی ہیں اور مادی برکتیں ہیں۔ باطنی بھی ہیں ظاہری بھی ہیں۔محسوس بھی ہیں اور غیرمحسوس بھی ہیں۔ رمضان میں تھوڑے عمل پرزیادہ اجرملتا ہے۔

نفل کا ثواب فرض کے برابراورفرض کے ستر فرضوں کے برابر۔ چاہے وہ نفل نماز ہو،عمرہ ہو یا صدقہ وخیرات القدر'' آتی ہے جس کی عبادت ہزارمہینو ں کی عبادت سے بہتر ہے۔اللہ نے اس کے روزوں کوفرض راتوں کے قیام کونفل قراردیا، جواس میں نیکی کانفلی کام کرے گا اس کوفرض کے برابرثواب ملے گا اور جوفرض ادا کرے گا اس کواتنا ثواب ملے گا جتنا کہ عام دنوں میں ستر فرض ادا کرنے پر ملتا ہے۔[بیہقی]

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھادیا جاتا ہے۔اس کا پہلا عشرہ رحمت، درمیانی مغفرت،اورآخری عشرہ جنہم سے آزادی کا ہے۔آپ ﷺ اس ماہ کو بابرکت قراردیا، برکت کا مطلب ہے تھوڑی چیز کا زیادہ ہونا ،ناکمل شئ کا مکمل ہونا۔ رمضان کی روحانی برکتیں بھی ہیں اور مادی برکتیں بھی ہیں ،رمضان میں تھوڑے عمل پر زیادہ ثواب ملتا ہے۔

نفل کا ثواب فرض کے برابر، چاہے وہ نفل نماز ہو، عمرہ ہو، صدقہ وخیرات ہو ، تلاوت ،سخاوت ،یا عبادت ہو، فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر ،اور زوے کا ثواب بے حساب وکتاب ملتا ہے۔ حدیث قدسی میں ہےاللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ابن آدم کے ہرعمل کا ثواب دس گنا سے سات سوگنا تک بڑھایا جاتا ہےسوائے روزے کے، روزے میرے لیے ہیں اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا، روزہ اللہ اور بندے کے درمیان خالص معاملہ ہے اس لیے اللہ تعالی خوداس کا بدلہ دیں گیا اور وہ جو بدلہ دے گا انسان خوش ہو جائے گا کیونکہ اسے نہ کسی آنکھ دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی دل میں اس کا خیال پیدا ہوا۔

رمضان المبارک میں خصوصی دعا کا اہتمام کیجئے

روزہ کے بعد خاص طور پر دعا قبول ہوتی ہے، یہ قبولیت کی خاص گھڑی ہوتی ہے۔ اس لیے روزہ افطار کے وقت اور اس کے بعد دعا کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یعنی روزہ افطار کرنے کے وقت روزہ دار کی دعا مقبول ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ افطار کے وقت سب گھر والوں کو جمع کر کے دعا کیا کرتے تھے۔ سورہ بقرہ میں پہلے تین آیتوں میں روزہ اور رمضان کے فضائل کو بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد ایک طویل آیت میں روزہ اور اعتکاف کے احکام کی تفصیل ہے، لیکن درمیان میں ایک مختصر آیت واذا سالک عبادی عنی فانی قریب الخ ہے۔ درمیان کی اس مختصر آیت میں بندوں کے حال پر حق تعالٰی کی خاص عنایت، ان کی دعائیں سننے اور قبول کرنے کا ذکر فرما کر اطاعت احکام کی ترغیب دی گئی ہے، کیونکہ روزہ کی عبادتوں میں رخصتوں اور سہولتوں کے باوجود کسی قدر مشقت ہے، اس کو سہل کرنے کے لیے اپنی مخصوص عنایت کا ذکر فرمایا کہ میں اپنے بندوں سے قریب ہی ہوں جب بھی وہ دعا مانگتے ہیں میں ان کی دعائیں قبول کرتا ہوں اور ان کی حاجت کو پورا کر دیتا ہوں۔ ان حالات میں بندوں کو بھی چاہیے کہ میرے احکام کی تعمیل میں کچھ مشقت بھی ہو تو برداشت کریں۔ امام ابن کثیر رح نے اس درمیانی جملہ ترغیب دعا کی یہ حکمت بتلائی ہے کہ اس آیت نے اشارہ کر دیا کہ روزہ کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔

اس لیے ہر روزہ دار کو چاہیے کہ اس ماہ مبارک میں روزہ کا خصوصی اہتمام کرے خاص طور پر افطار کے وقت۔ دعا کب، اور کیسے قبول ہوتی ہے، دعا کی اہمیت اور حقیقت کیا ہے، اس کے آداب و اصول کیا ہیں؟ اس سلسلہ میں علماء کرام لکھتے ہیں:

،،مؤمن کا ہتھیار اور تمام عبادتوں کی روح اور مغز ہے، دعا میں چونکہ انسان اپنی کمزوری و ناتوانی، عجز وانکساری، عاجزی ولاچاری، بےبسی و بےکسی، مسکینی ومحکومی اور بے یاری و مددگاری کا اظہار اللہ تعالیٰ کے سامنے کرتا ہے، لہٰذا تمام اوقات میں عموماً اور ماہ رمضان المبارک میں خصوصاً اس کی زبردست اہمیت وفضیلت اور عظیم الشان ثمرات وفوائد ہیں، جو درج ذیل ہیں:

1- دعا اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:(وقال ربکم: ادعونی أستجب لکم، إن الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین).(40/ غافر:60)-(تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری پکار سنوں گا، جولوگ میری بندگی سے اکڑتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں، آئندہ جھکے ہوئے ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے)-

اس آیت سے چند چیزیں معلوم ہوئیں:

(الف) دعا کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، لہٰذا دعا کرنے میں اس کے حکم کی تعمیل ہے-

(ب) دعا کرنے والا تکبر سے محفوظ رہتا ہے؛ کیونکہ وہ خود کو عاجز و بےبس اور ناتواں وکمزور سمجھتا ہے، اور یہ خیال کرتا ہے کہ ساری کبریائی و بڑائی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے-

(ج) دعا بھی عبادت ہے، ایک حدیث میں بھی اسے عبادت قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیر-رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے روایت ہے کہ نبی کریم-صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم- نے فرمایا:"دعا عبادت ہی ہے"-

2- دعا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود-رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے روایت ہے کہ رسول اکرم-صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم- نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کہ اس سے مانگا جائے"-

3- دعا سے دل اطمئنان ومسرت کی کیفیت سے لبریز ہوجاتا ہے؛ کیونکہ بندہ مومن کو دعا کرنے کے بعد امید ہوتی ہے کہ اس کا پروردگار اس کی شکستہ حالی، احتیاج ومصیبت اور بےقراری و بےچینی پر ضرور رحم فرما کر اس کے رنج والم، درد و تکلیف اور کلفت و پریشانی کو دور فرمائے گا،

جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: (بتاؤ کون ہے جو مجبور و مضطر کی صدا سنتا ہے؟ اور اس کی مصیبت دور کرتا ہے)-

4- دعا سے بلند ہمتی پیدا ہوتی ہے؛ کیونکہ دعا کرنے والا بندہ سمجھتا ہے کہ خواہ حالات کتنے ہی کٹھن کیوں نہ ہوں اور وہ مصائب و شدائد میں کتنا ہی گرفتار کیوں نہ ہو، جو اللہ اس کا سہارا ہے وہ انتہائی قوت و طاقت کا مالک ہے، آب و ہوا اور چرند و پرند سب اس کے لشکری ہیں، لہٰذا وہ اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم- نے فرمایا: "لوگوں میں سب سے زیادہ عاجز و بے بس وہ شخص ہے جو دعا سے عاجز رہ جائے"-

5- دعا کرنے والا "متوکلین" کے زمرہ میں شامل ہو جاتا ہے؛ کیونکہ "توکل" کی یہی حقیقت ہے کہ اسباب و ذرائع اختیار کرنے کے بعد آدمی نتیجہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے، اور دعا کرنے والا بھی یہی کرتا ہے کہ نتیجہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیتا ہے، اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرماتا ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: (إن اللہ یحب المتوکلین).(3/آل عمران: 159)-(اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے)-

6- دعا سے مصیبت دور ہوتی ہے، چنانچہ بعض مصیبتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر دعا نہیں کی جاتی تو وہ پیش آکر رہتیں، لیکن دعا کی وجہ سے ان کو آنے سے روک دیا گیا، اسی کو "تقدیر معلق" کہتے ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اکرم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم- نے فرمایا: "دعا ہی تقدیر (معلق) کو روک سکتی ہے"- اور کبھی مصیبت پیش آجاتی ہے، لیکن دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے دور فرما دیتا ہے، جیسا کہ ابن عمر- رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے روایت ہے کہ رسول کریم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم- نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے جس کے لیے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا، اس کے لیے رحمت کے دروازے وا کر دیئے گئے، اور عافیت کی درخواست سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کوئی پسندیدہ درخواست نہیں کی گئی، اور دعا پیش آنے والی مصیبت اور ایسی مصیبت جو پیش نہ آئی ہو، دونوں کے حق میں مفید ہے، لہٰذا اے اللہ کے بندو!

دعا کولازم پکڑو"۔

7-دعا اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کے ازالہ کا ذریعہ ہے، چنانچہ انسان مانگنے کی صورت میں غصہ ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اس وقت غصہ ہوتا ہے، جبکہ کوئی اس کا دروازہ نہ کھٹکھٹائے، اس سے نہ مانگے اور اس کے سامنے اپنی درخواست پیش نہ کرے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ-رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے روایت ہے کہ نبی کریم-صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم- نے فرمایا: "جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا، اللہ تعالیٰ اس سے غصہ ہوتا ہے'۔'

8-دعا کسی نہ کسی شکل میں ضرور قبول ہوتی ہے: اگر جلد بازی نہ کی جائے، اطمینان وسکون، دلجمعی اور حلال وحرام کی تمیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر لو لگا کر دعا کی جائے تو دعا ضرور قبول ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری-رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے روایت ہے کہ نبی کریم-صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم- نے ارشاد فرمایا: "جو مسلمان ایسی چیز کی دعا کرے جو گناہ نہ ہو، اور نہ ہی اس میں قطع رحمی ہو، تو اللہ تعالیٰ اسے تین چیزوں میں سے کوئی ضرور عطا فرمائے گا: 1-یا تو بعینہ اس کی وہ دعا قبول کرلے گا۔

2-یا اس کے لیے اسے ذخیرہ آخرت بنادے گا۔

3-یا دعا میں مانگی ہوئی چیز کے بدلہ اس سے کوئی مصیبت دور فرمادے گا۔

کسی صحابی نے یہ سن کر کہا کہ تب تو ہم بکثرت دعا کریں گے، اس کی بات سن کر آپ-صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم- نے فرمایا: اللہ کا خزانہ اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے"۔

دعا کے ان فوائد وثمرات اور اہمیت ق فضیلت کے پیش نظر کتاب وسنت میں اس کی بڑی ترغیب آئی ہے، ایک حدیث میں نبی کریم-صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم- نے ارشاد فرمایا: "دعا سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کوئی چیز معزز نہیں ہے"۔

نیز افطار کے وقت دعا کا اہتمام کیجیے کہ اس وقت بھی دعا قبول ہوتی ہے۔لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ بہت سے لوگ افطاری کے دسترخوان پر بھی گپ شپ ہانکتے رہتے ہیں، بکواس اور لغویات میں مبتلا رہتے ہیں، اور دعا کی قبولیت کے اس قیمتی وقت کو ضائع کردیتے ہیں۔

SADA-E-SHUJAIYA

Urdu Monthly Magazine, Hyderabad

RNI : TELURD/2019/77738

Rs. 20/-

Editor, Printer & Owned by Syed Mohammed Ibrahim Hussaini
Printed At : Aijaz Printing Press, Diwan Dewdi, Chatta Bazar, Hyd-500002, T.S.
Published at : H.No. 22-5-918/15/A, Charminar, Hyderabad - 500002, Telangana

www.shujaiya.com | 040-66171244